دیوان

حکیم الممالک مولوی حکیم عبدالباسط المتخلص بہ عشق

موسوم بہ

ترانۂ عشق حصہ اول

مشتمل بر

غزلیات و رباعیات فارسی

دیباچہ

حکیم عبدالباسط المتخلص بہ عشق

مولوی مہدی واصف مشہور مصنف کے فرزند اکبر ہیں۔ مہدی صاحب کی تصانیف نے دکن میں خاصی شہرت و مقبولیت حاصل کی سب سے پہلے انہوں نے اردو کا لغت فارسی میں لکھا اور اردو انگریزی ڈکشنری ترتیب دی وہ نہ صرف علوم مشرقیہ کے یگانۂ روزگار عالم تھے بلکہ انگریزی ترکی اور کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ ان کی فارسی تصنیف "حکایات دل پسند" جس میں امثال لقمان کو انگریزی سے نثر فارسی کا جامہ پہنایا گیا ہے ہندوستان کے اکثر مدارس میں زیر درس رہی اور مختلف مطابع میں چھپ چکی ہے۔ انہوں نے علاوہ دیگر تصانیف کے فارسی کا ایک مختصر لغت اور فارسی محاورات پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے اور ایک تذکرہ "معدن الجواہر" نامی بھی لکھا ہے۔ جس میں اپنے ہمعصروں اور فارسی زبان کے مشہور شاعروں کے حالات جمع کئے ہیں۔ ان کے دو مختصر دیوان بھی۔ فارسی اور اردو میں موجود ہیں مولوی مہدی واصف کے والد عارف الدین خاں ذوقی بھی فارسی کے مشہور شاعر اور دربار والاجاہ (مدراس) میں خاص عزت و منزلت رکھتے تھے۔ عرصہ ہوا کہ راقم الحروف نے ان کا دیوان مع مختصر حالات کے شائع کر دیا ہے۔

الغرض حضرت عشق کے خاندان میں ملکۂ شاعری وراثتاً چلا آرہا ہے چنانچہ وہ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

نازم بہ سخن عشق رسد سند مستم
میراثِ گرانمایۂ جد و پدرِ من

حدائقہ کاملہ "گلزار اعظم" میں لکھا ہے کہ حضرت عشقؔ مدراس میں ایک ہفتہ وار اخبار "تمیز الاخبار"
بھی نکالتے تھے لیکن معلوم نہیں ہوا کہ یہ اخبار فارسی میں تھا یا اُردو میں افسوس ہے کہ
کہیں اس اخبار کے پرچے دیکھنے میں نہیں آئے۔ ورنہ بہت سے حالات پر روشنی پڑتی۔

حضرت عشقؔ نے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اگرچہ اپنے والد اور ماموں سے
فارسی، عربی، درسی کتب کی تحصیل فرمائی تھی۔ لیکن کلام کی اصلاح خان عالم خاں بہادر
فاروقؔ سے لیا کرتے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ شاگرد کو اُستاد سے اور استاد کو شاگرد سے خاص ربط و تعلق
تھا چنانچہ فرماتے ہیں۔

زشعر پُر اثرم عشقؔ اثر ہویدا شد   دعائے حضرت فاروقؔ برگزین مرا

ایک دوسرے شعر میں استاد سے جدائی پر اس طرح افسوس کرتے ہیں۔

جدا ز حضرت فاروقؔ تا شدم اے عشقؔ   ربا درفت سخن خاطر حزین مرا

"اشارات بینش" میں لکھا ہے کہ فاروقؔ نے مولوی سید دلدار علی کی تصنیف پر جو غالباً مذہب
شیعیت کی تائید میں لکھی گئی تھی۔ یہ رُباعی موزوں کی تھی۔

دلدار علی کہ داد تالیف بداد   اثنا عشریہ را نمودہ برباد
یعنی ز صوارم و حسام اسلام   برگردن ہر شیعی منت بنہاد

اس کا جواب سعید بیگ طلبؔ نے یوں دیا۔

فاروقؔ بنائے ایں رباعی چو فگند   از انصاف ہمہ شیعہ و سُنی گفتند
اکنوں ز صوارم و حسام اسلام   البتہ نمودیست قطع پیوند

حضرت عشقؔ نے اپنے استاد کی حمایت میں کئی رباعیاں لکھ کر بھجوائی تھیں جن میں سے
حسب ذیل دو رباعیاں تذکرہ گلزار اعظم میں درج ہیں۔

"نامردہ قطع دادہ بے طلبم   ممنوں تو اے سعید بیگ طلبم

"تذکرۂ گلزار اعظم کی تصریح کی بموجب جس کو نواب غلام غوث خاں آخری یادگار خاندان والاجاہی نے شعرائے والاجاہی کے حالات میں ترتیب دیا ہے حکیم عبدالباسط عشق کی پیدائش ۱۲۳۸ھ میں بمقام مدراس ہوئی۔ وہیں انہوں نے ہوش سنبھالا اور اپنے والد مولوی مہدی واصف اور اپنے ماموں حاجی زین العابدین سے جو اس زمانہ کے فارسی کے جیّد اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے نیز نواب خان عالم خان فاروقی سے جو علم و فضل کے ساتھ فن شعر میں بھی کمال رکھتے تھے عربی فارسی کی درسی کتابوں کی تحصیل کی اور اس کے بعد مدراس کے میڈیکل کالج میں جو وہاں پہلے پہل قائم کیا گیا تھا شریک ہو گئے اور ڈاکٹری کی سند حاصل کی۔ ان کا اس زمانہ کے مشہور و معروف ڈاکٹروں میں شمار تھا۔ اور وہ سرجری میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ میں نے اپنے بچپن میں ان کا کتب خانہ دیکھا ہے جو کئی الماریوں پر مشتمل تھا جس میں ڈاکٹری کے ہر فن پر بیش بہا کتابیں فراہم کی گئی تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں اپنے فن سے کس قدر شغف تھا۔ اور ان کا مطالعہ اور ان کی نظر اس فن پر کس قدر وسیع تھی باوجود اس حذاقت و مہارت طبی کے انہوں نے اس شریف پیشہ کو اپنا ذریعہ آمدنی نہیں بنایا۔ بلکہ اپنے دوست احباب اور غرباء کا علاج مفت کرتے تھے۔ بسا اوقات ان کی دواؤں کے اخراجات بھی خود اٹھاتے تھے اس فیاضی اور سیر چشمی کی وجہ سے اکثر مقروض اور تنگدست رہتے تھے لیکن با ایں ہمہ کبھی انہوں نے اپنا طریقہ نہیں بدلا۔ ان کی انگریزی قابلیت اور مہارت و حذاقت طبی کے متعلق گلزار اعظم میں لکھا ہے:-

"زبان انگریزی دیار روہ فن طب انگریزی از مستندان اہل لساں آموختہ و بہرۂ وافی اندوختہ"

ان کے والد مولوی مہدی واصف اپنی تصنیف حدیقۃ المرام میں ان کی نسبت لکھتے ہیں:-

"شاب ذکی لہ مہارۃ فی العربیۃ والفارسیۃ والانکلیزیۃ لاسیما فی علم الطب لہ

تذکرہ گلزار اعظم ۱۲۶۹ھ میں تصنیف ہوا ہے اس میں جو حالات درج ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے اس وقت حضرت عشقؔ مدراس میں مقیم تھے۔ غالبًا اس کے بعد ہی وہ میسور گئے ہیں۔ اس لحاظ سے میسور کا زمانہ قیام آٹھ نو سال سے زیادہ نہیں معلوم ہوتا۔

یہاں آنے کے بعد نواب سالار جنگ اول نے ان کے فضل و کمال کی قدردانی فرمائی اور انہیں دفتر دیوانی میں سررشتہ داری کی خدمت تفویض ہوئی اس کے بعد جب نوادر خانہ کے نام سے ایک عجائب خانہ قائم ہوا تو وہ اس کے مہتمم بنائے گئے۔ جب نوادر خانہ بے ضرورت سمجھ کر برخواست کیا گیا۔ تو حضرت عشقؔ کو پوری تنخواہ کا وظیفہ کر دیا گیا کہ ان کے علاج معالجہ سے مخلوق خدا کو بہت فیض پہنچتا تھا لیکن کبھی کبھی ان سے علاوہ دیوانی کے بعض امرا کے علاج معالجہ کا کام لیا جاتا تھا۔

حیدرآباد آنے کے بعد ان کا زیادہ تر مشغلہ علاج معالجہ اور درس و تدریس اور شعر و شاعری تھا۔ شطرنج بھی بہت شوق سے کھیلتے تھے اور یہ شوق بھی کچھ شاعری کی طرح ورثتًا ملا تھا۔ کیوں کہ ان کے دادا عارف الدین خان ذوقیؔ کی نسبت بھی سنا گیا ہے کہ ان کو بھی شطرنج کا بہت شوق تھا۔

غالبًا اپنی اس بیکاری کی جانب ہی انہوں نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

دمیدم حسرتِ ہر کار بمن میگوید
کہ زبیکاری خود عشقؔ چہا نتواں کرد

اپنے ایک دوسرے شعر میں کہتے ہیں۔

فرصت نشد کہ شکوہ زکم فرصتی کنم
بیکار لیکہ می گزرد روزگار من

فاروقم و بہر قطع ہر بدعت و شرک   شمشیر محمد و علی می طلبم
اے اہل صلاح کیش ارباب فساد   دارد بر کذبے زور و بہتان بنیاد
بر قطع زفاروق کذا میں سنی   با رافض سب طلب موافق افتاد

یہ وہ زمانہ تھا کہ خاندان والاجاہی کی بساط حکومت سمیٹی جا رہی تھی اور غدر سے کچھ دنوں پہلے ہی اطراف واکناف ہند سے علماء و فضلاء کے قافلے حیدرآباد کو اسلامی مرکز خیال کر کے چلے آ رہے تھے خود اس خاندان کے بہت سے افراد حیدرآباد پہنچ چکے تھے۔ حضرت عشقی کے والد چچا اور دادا حیدرآباد آ چکے تھے نواب شمس الامراء بہادر اور ان کے بعد نواب سالار جنگ اول جن کو اہل کمال کی قدردانی اور حوصلہ افزائی سے خاص دلچسپی تھی اطراف واکناف ہند سے علماء و فضلاء اور شعراء کو دعوت دے دے کر بلا رہے تھے اور ہر شخص کو اس کی قابلیت اور مرتبہ و منزلت کے لحاظ سے خدمات و مناصب عطا فرما کر اپنی علم پروری اور معارف نوازی کا ثبوت دے رہے تھے جس کی وجہ سے حیدرآباد اہل فضل و کمال کا اچھا خاصہ مرکز بن گیا تھا۔

حضرت عشقی اپنی جوانی کا ایک معتدبہ حصہ مدراس میں گزارنے کے بعد تلاش روزگار میں میسور چلے گئے۔ اور وہاں محکمہ رسال میں انہیں ایک معقول خدمت مل گئی۔ چونکہ اکثر اعزہ و احباب حیدرآباد چلے گئے تھے۔ اس لئے ان کا دل میسور میں نہ لگا۔ چند سال وہاں رہنے کے بعد وہ اکتا کر بلدہ چلے آئے۔ غالباً حیدرآباد میں ان کا ورود ۱۲۷۹ھ ہجری کے بعد کا واقعہ ہے۔

کیونکہ حدیقۃ المرام میں جو سن مذکور میں طبع ہوئی ہے۔ مہدی واصف نے میسور میں ان کی موجودگی کا تذکرہ کیا ہے۔ اس وقت ان کی عمر (۴۰) سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔

جو متفرق پرزوں پر لکھے گئے تھے۔ کوئی ذخیرہ نہیں تھا۔ نواب اسد علیخاں صاحب جو حضرت عشق
کے قدیم دوست تھے۔ ان کے پاس بھی کچھ کلام موجود تھا جس کو حضرت موصوف نے ان سے حاصل
کرکے مولوی عبدالواجد صاحب کے حوالہ کر دیا۔

معلوم ہوتا ہے حضرت عشق کے زمانہ میں ہی ان کی اردو غزلیات جس قدر مل سکیں ان کو
صاف کرکے صاحب موصوف نے ایک مجموعہ ترتیب دے لیا تھا۔ جس کے دیباچہ میں وہ لکھتے
ہیں کہ حضرت عشق کے ایما سے انہوں نے اس کا نام "ترانۂ عشق" رکھا ہے۔ لیکن فارسی
کلام بجز چند غزلیات کے صاف ہو سکا اور بہت سے پرزے مسودہ کی حالت ہی میں پڑے
رہے اور ان کے مرتب اور ایک جگہ فراہم کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ حالانکہ ان کا فارسی کلام
ہی زیادہ اعتنا کا مستحق تھا کیوں کہ وہ درحقیقت فارسی کے شاعر تھے۔ اردو میں وہ بطور تفنن
طبع کے شعر کہا کرتے تھے۔ دو تین ان کے دادا ان کو اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں
فکر شعر کرتے ہوئے دیکھ کر منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کسی ایک زبان کو اختیار کرو کیوں کہ
یکتا یکتا ہوتا ہے۔

الغرض مولوی عبدالواجد صاحب کے انتقال کے بعد یہ ذخیرہ میرے حوالہ ہوا۔
میرے پاس بھی تقریباً ۱۴ - ۱۵ برس پڑا رہا۔ اضلاع کے قیام اور عدالتی کام کے انہماک کی وجہ
سے مجھے اس کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ سچ پوچھئے تو "کل امر مرہون باوقاتہ"۔ چند دن
پہلے جب میں اپنے پاس کے قلمی مسودات کو دیکھ رہا تھا تو یہ مجموعۂ پریشاں بھی میری نظر سے گزرا
اور مجھے خیال ہوا کہ "کیف ما اتفق" اس کو مرتب کرکے شائع کر دینا چاہیئے۔ تاکہ حضرت عشق کی
یادگار باقی رہے اور شعرائے دکن کے تذکرہ پڑھنے والے کو اگر ان کے کلام کے دیکھنے کا خیال
ہو اور وہ اس کی نسبت بطور خود آزادانہ کوئی رائے قائم کرنا چاہے تو کچھ نہ کچھ مواد مل سکے۔
تذکروں میں جو معدودے چند انتخابی اشعار لکھے جاتے ہیں۔ وہ درحقیقت تذکرہ نویس کے
ذوقِ انتخاب کے رہین منت ہوتے ہیں اور ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق کلام کا انتخاب کرتا ہے

اتفاق سے ان دنوں حیدرآباد میں اچھے اچھے سخن گو اور سخندان اصحاب جمع ہوگئے تھے۔

مثلاً منشی حبیب اللہ ذکاؔ۔ امیر اللہ صاحب امیرؔ سالکؔ وغیرہم۔ اس مجمع اہل کمال میں ہمیشہ شعر و سخن کے چرچے رہتے اور مشاعرہ کی مجلس گرم ہوتیں۔ حضرت عشقؔ اکثر ان مشاعروں میں شریک ہوتے تھے یہ دیوان زیادہ تر اسی زمانہ کی غزلیات پر مشتمل ہے ان کے زمانۂ جوانی کا کلام ضائع ہوگیا۔ اگر ان کے تمام افکار کو جمع کیا جاتا تو کئی ضخیم دیوان ہوتے ان کی پُرگوئی مشہور تھی جب شعر کہنے پر آتے تو سیکڑوں شعر کہتے چلے جاتے تھے۔ والد مرحوم اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ اس قدر جلد جلد شعر فرماتے تھے کہ ہم لوگ اُن کے اشعار کو قلم بند نہیں کر سکتے تھے۔ اس کی تصدیق گلزار اعظم سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں لکھا ہے

"غزل و قصیدہ بکمال سرعت می نگارد"

اس دیوان میں جو غزلیات ہیں ان سے بھی ان کی پُرگوئی اور روانی طبع کا کافی پتہ چلتا ہے چنانچہ ایک ہی بحر و ردیف میں آٹھ آٹھ دس دس غزلیں ملتی ہیں۔ افسوس ہے کہ ان کا کوئی قصیدہ ہمدست نہیں ہوا۔ قصیدہ کے میدان میں ان کے زور طبیعت کا اور زیادہ اندازہ ہوسکتا تھا اپنی پُرگوئی اور زود فکری کی وجہ سے وہ اپنے ہمعصروں میں خاص امتیاز رکھتے تھے اور اکثر امتحانی مواقع پر اپنی اس خداداد قابلیت کی وجہ سے کامیاب رہے اور اپنے ساتھیوں پر گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

باد آں زماں کہ عشقؔ بمیدان امتحان

از ہر کہ بود گوئے سخن ما ربودہ ایم

مولوی عبد الواجد صاحب فرزند مولوی عبد العلی صاحب والہؔ کو اپنے بزرگوں کے آثار جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ صاحب دیوان ان کے نانا ہوتے تھے اور ان سے تلمذ بھی تھا۔ ان کو ان کے کلام کے جمع کرنے کا خیال ہوا۔ لیکن حضرت عشقؔ کے پاس سوائے چند مسودہ غزلیات کے

سخن عشق بود سر مگو
کہ زباں برہنہ گو نیست مرا

خوں کردہ ام بسینہ دل و در دہاں زباں ۔ زیں گونہ عشق ہیں کہ چہ رنگیں بیاں کنم
گردم ہلاک فہم رسائے معاصراں ۔ دانستہ خویش را نہ اگر بیزباں کنم

ایک اور شعر میں اور زیادہ صاف طریقہ پر اس مضمون کو یوں ادا کرتے ہیں۔

مستمع سرگشتہ ہر وادئے چوں قیس باش
لیلئ گفتار ما را چند محمل کردہ اند

یعنی ہماری بات کو سمجھنے کے لئے سننے والے کو چاہئے کہ وہ قیس عامری کی طرح مختلف وادیوں میں (مضمون و معنی کی) سرگردانی کرے۔ کیوں کہ ہماری لیلائے گفتار کے کئی ایک محمل ہیں۔ جب تک ان سب میں تلاش و جستجو نہ کرلی جائے وہ نظر نہیں آسکتی اس شعر میں معنی آفرینی اور دقت پسندی کو نہایت لطیف تمثیل میں ظاہر کیا ہے۔ محمل کا لفظ بہت پر لطف واقع ہوا ہے کہ کلام کے محمل کی جانب بھی ایہام ہوتا ہے۔ بعض وقت ایک کلام کے کئی محمل ہوتے ہیں۔ جب تک سامع کی نظر ان تمام محملوں پر نہ رہے وہ اس کی وسعت و عمومیت کو کماحقہٗ نہیں سمجھ سکتا۔

حضرت عشق کی وفات ۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۲ھ میں ۶۴ برس کی عمر میں ہوئی۔ اور قبرستان گلباغ واقع محلہ ترپ بازار بلدۂ حیدرآباد میں تدفین عمل میں آئی۔ حضرت عشق کی پہلی بیوی خواجہ غلام حیدر ولد خواجہ مقصود علی خاں کی بیٹی اور سید عبدالقادر شہیر ولد سید نظام الدین بیجاپوری میر منشی و کاتب والاجاہ کی نواسی تھیں۔ خواجہ مقصود علی خاں ونگٹ گیری کے قلعہ دار تھے اور ٹیپو سلطان کے ہنگامہ میں شہید ہوئے۔ پہلی بیوی کے بطن سے مولوی عبدالحی صاحب وصف۔ ملا عبدالقیوم مرحوم احقر کے والد اور عبدالغنی صاحب اور دو لڑکیاں ہوئیں اور دوسری بیوی سے عبدالسلام صاحب اور ایک لڑکی ہوئی جن میں سے اب کوئی بقید حیات نہیں ہیں۔

جس سے کوئی صحیح اور مستقل رائے کسی شخص کے کلام کی نسبت نہیں قائم کیجا سکتی۔
غالباً طبیعت کی بے پروائی نے خود حضرت کو کبھی اپنے کلام کے جمع کرنے کی جانب متوجہ نہیں ہونے دیا اور اس بے پروائی اور بے توجہی کا نتیجہ تھا کہ اکثر کلام منتشر اور ضائع ہو گیا چنانچہ خود ایک جگہ کہتے ہیں۔

ما قدر دان جاں بنود کس چو من کہ من
جنس گراں بہائے سخن را ئیگاں کنم

مدراس کے شعرا میں دو مکتب خیال کے شعرا تھے ایک تو وہ جو خیال بندوں کے پیرو اور دقت پسندی اور خیال آفرینی کو منتہائے کمال سمجھتے تھے۔ اور دوسرے وہ جو معنوی خوبیوں کے ساتھ زبان اور لطفِ بیان اور صفائی گوئی کو ضروری خیال کرتے تھے۔ رونق اور مہدی واصف موخرالذکر گروہ کے ہمخیال تھے اور چونکہ حضرت عشق کی تعلیم و تربیت زیادہ تر اپنے والد کے سایۂ عاطفت میں ہوئی تھی اس لئے ان کے کلام میں زبان اور محاورہ کی چاشنی زیادہ ہے اور کلام میں پرگوئی کی وجہ سے صفائی اور روانی کا دریا موجیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

عشق است دکون گاہ گہے نالۂ سردے
کو لطفِ بیانش چہ شد آں طبع رسانش

باوجود اس کے وہ متاخرین کے خیال بندانہ طرز سخن گوئی سے نہ بچ سکے اس دیوان میں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں جو باوجود سادگی اور صفائی بیان کے مضمون و معنی کے لحاظ سے دقت پسندی اور خیال آفرینی کا اچھا خاصہ نمونہ ہیں۔ چنانچہ اس کی جانب وہ خود اپنے ان اشعار میں اشارہ فرماتے ہیں۔

ز عجز فہم چہ اعجاز ہاست یاراں را — کہ بستہ اند لب سحر آفرین مرا
اگرچہ آب بود از صفائے گوہر خویش — ز نقش سنگ بداں شعر رنگین مرا

اس شعر کے مصرع ثانی نے شعر میں ایک خاص شان اور کیفیت پیدا کر دی ہے
کہتے ہیں کہ راہِ وفا کو میں نے اس طرح طے کیا ہے کہ جگر میرے دہنے بازو کو اور دل
بائیں بازو کو تھامے ہوئے تھا۔ شعرا کے پاس تمام مصائب دل و جگر پر وارد ہوتے ہیں اور
انہی کی مدد اور طاقتِ برداشت پر راہِ محبت کا طے کرنا موقوف رہتا ہے شاعرانہ تخیل نے
ان کو دو اشخاص مددگار و معاون کی حیثیت دیدی جو دہنے اور بائیں شاعر کو تھامے ہوئے
اس سے راہِ محبت طے کرا رہے ہیں اس میں لطف یہ ہے کہ جسمِ انسانی میں دل اور جگر کے
مقام کے لحاظ سے یمین و یسار کے الفاظ بہت موزوں واقع ہوئے ہیں۔ یہ شعر حسنِ تخیل کا اعلیٰ
نمونہ ہے۔

وفورِ گریہ

مدہ آتش چو فرسِ کردہ ام ہمی سیم کہ تا راز رگ ابر ست آستین مرا

توصیف

نگر بزلف و رخ و قد و آں تنِ نازک بہار سنبل و گل و سرو و یاسمین مرا

جدائی

بعد از نیم مکن از خویشتن اے یار جدا بودہ آہ جدا از من و لبیار جدا

اظہارِ اشتیاق

پردہ بردار و بیا حرف نیرن میکنندم شوق و بدار جدا حسرتِ گفتار جدا

ان دونوں اشعار کا تغزل اور لطفِ زبان بطورِ خاص قابلِ ملاحظہ ہے۔

توحید و تصوف

اے مہر رخت مطلعِ انوارِ یقین ہا وے سلسلہ زلف تو شیرازہ دیں ہا
اے آئینۂ سجدۂ شوق تو جبیں ہا وے دیدۂ مردم برہت خاک نشیں ہا

حُلیہ ولباس

حضرت کا حلیہ حضرت کے بیسہ مولوی عبد الرب صاحب مدظلہٗ سے اس طرح منقول ہے:۔
رنگ سُرخ و سپید۔ ہونٹ پتلے۔ پیشانی بلند و بالا، ناک ستوان۔ قد متوسط سے کسی قدر نکلتا ہوا کاسۂ سر ضخیم نحیف الجثہ۔ گرد داڑھی۔ شاہا پہنتے اور عمامہ باندھتے تھے۔ حضرت کے پایانِ عمر کے حالات کے متعلق اثنائے طبع دیوان میں مولوی عبد الربّ صاحب مدظلہٗ نے میری استدعا پر جو تحریر روانہ کی تھی۔ اس سے ان کی خانگی زندگی اور اخلاق و عادات پر کافی روشنی پڑتی ہے اس لئے اس کا ضروری اقتباس بجنسہ علیحدہ درج کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف تذکروں میں جو کچھ حالات اور اشعار ملے وہ بھی نقل کر دئے گئے ہیں۔ اس کے بعد ہم ان کے چند انتخابی اشعار کو جو ترتیب دیوان کے وقت نظر سے گذرے درج کرتے ہیں ان میں سے بعض اشعار کی بر موقع ضروری تشریح بھی کر دی جائے گی۔ اور محاسن اشعار کی جانب بھی کہیں کہیں اشارات کر دئے جائیں گے۔

منتخب اشعار

صبر

زگردِ کلفتِ غم نبست چیں جبیں مرا — کہ کرد شید بر و صبر آ ستین مرا

شوق

بغیر سجدۂ شوقت ازاں نریزد ہیچ — ہزار بار فشانند اگر جبین مرا

عاشقانہ

زدست رفتہ دل پارہ پارہ ام بنگر — بحلقہ حلقۂ زلفت نگین نگین مرا
چہ گویمت کہ براہ وفا جساں رستم — دلم گرفتہ بسیار و جگر بمیس مرا

عاشقانہ

بنگر لطافت از روش جانِ من بتاب را تبدیل دل سوزے کہ رندیں میکند محراب را
پیشِ بصیرت سربسر فرق نگاہ و آہ نیست تا دیدۂ مشتاق کردی ہر دلِ بیتاب را

نیا مضمون اور نئی تشبیہ ہے نگاہ کا تعلق آنکھ سے اور آہ کا دل سے ہے چونکہ دلِ بیتاب دیدۂ مشتاق بن گیا ہے اس لئے کہتے ہیں آنکھوں میں نگاہیں نہیں ہیں بلکہ دلِ بیتاب کی آہیں ہیں۔ اس طرح درحقیقت نگاہ و آہ میں کوئی فرق نہیں رہا۔

عاشقانہ

گہ موجِ دریا گشتہ ام ماندم گہے گرداب را بسیار کردم جستجو آں گوہرِ نایاب را
سیرم نسازد تر نہ سوز دہاں لب تشنگی کز لعلِ جاں بخشِ کسے خواہم کشیدن آب را
گر صد ملامت می کنی اثر نا شکایت نشنوی بر سازِ بے آواز مالے جاں مزن مضراب را
عقلِ سبک سر عاقبت عاجز بشد در جوشِ عشق آرے خسے گیرد عناں چوں تند رو سیلاب را

مذکورۃ الصدر تمام اشعار لطیف و نازک تشبیہ سے مملو ہیں۔ عام طور پر اُن کے ہاں تشبیہ و استعارہ کا استعمال کثرت سے ہوا ہے۔

تصوّف

در ضمیرم ہیچ جز او نیست مرا نفسے نیست کہ ہُو نیست مرا

عاشقانہ

پائے آں سروِ رواں چوں بوسم لب بکامِ لبِ جو نیست مرا

اخلاق

قدرتم نیست ز شکرت اے دوست کہ شکایت ز عدو نیست مرا

عاشقانہ

منوّر می کند خورشید رویش چشمِ دیدن را حدیثِ او نماید پُر گہر گوشِ شنیدن را

عاشقانہ

اے شادیِ عشاق کجائی خبرت نیست — در گریہ زار اند ز دردِ تو حزیں ہا

مثلِ تو ز خوباں نشنیدیم و ندیدیم — بسیار بدیدیم و شنیدیم ازیں ہا

حسن است کہ کارِ نگہ از گوش بگیرد — سرگشتہ بہر سوئے ز تو گوشہ نشیں ہا

یہ پوری غزل مرصع لکھی ہے۔ آخری شعر میں ایک نیا مضمون باندھا ہے۔

کہتے ہیں کہ حسن کے کرشمے ایسے ہیں کہ "نگاہ" کا کام "گوش" سے لیا جاتا ہے اگرچہ وہ کسی کو نظر نہیں آیا لیکن اس کے اوصاف کو سن کر بہت سے گوشہ نشین سرگشتہ اور دیوانہ ہو گئے۔ جو بات دیکھ کر پیدا ہونی چاہیے تھی وہ محض سن کر پیدا ہو گئی "گوش" اور "گوشہ" میں صنعتِ تجنیس بھی ہے۔ گوشہ نشیں سے زاہدانِ خلوت نشین کی طرف اشارہ ہے شعر میں بہ نسبت مجاز کے حقیقت کا پہلو غالب ہے۔

عاشقانہ

دادم دلِ صد چاک را بے بہرہ ادراک را — آں نرگسِ بے باک را آں غمزۂ سفاک را

درہا شادیِ جاں بیں بنگر مرا در پیرہن — دارد بدستِ خویشتن زاں صبح ہم یک چاک را

مطلب یہ ہے کہ میرے چاک ہائے گریباں میں خوشی و شادمانی کا سامان پوشیدہ ہے گویا فرحت و مسرت کے دروازے ہیں۔ چنانچہ صبح نے بھی ایسے ہی ایک چاک کو حاصل کر کے مسرت و انبساط کا سامان فراہم کیا ہے پو پھٹنے کو شعراء چاکِ گریباں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ شبِ ہجراں کے مصائب کا خاتمہ صبح نمودار ہونے پر ہوتا ہے۔

عاشقانہ

نازم خدنگِ شوخ سوارِ سمند را — کز سینہ دور کرد دلِ دردمند را

تا کامیابِ چشم ز برقِ جمالِ اوست — سوزِ سپند آتشک علاجِ گزند را

کہ یکایک برقِ تجلّی چمکتی اور تاریکی نور سے اور تکلیف و مصیبت راحت و سرور سے بدل جاتی ہے۔

عاشقانہ

تغافل بندہا بیقراری ہائے من تا کے — گریزاں صبر تا گردد رہِ جور و جفا بکشا

اخلاق و تصوف

نگاہِ رحمت او چارۂ دردِ دلم داند — تبسّم صبح را گفتش چہ حاجت غنچہ ہا بکشا

عاشقانہ

شرمندۂ نیاز کنم نازِ یار را — تا بر شکستے کند منِ زار و نزار را

بے ثباتیِ دُنیا

دانم بسایہ پایۂ ایں زندگی نبود — ایں سقف بے ستوں نہ سزد اعتبار را

عاشقانہ

در سوزِ عشق بسکہ نبود زندگیِ دل — ز آتش جدا مساز دمے ایں شرار را

زلف در پیش نگر و دل ز مذاہب بردار — کافرِ زلف بشو جز رخش ایماں مطلب

زلف کو مذاہب سے اور رخسار کو ایماں سے تشبیہ دی ہے۔ زلف کا لازمہ پریشانی ہے اسی طرح مذاہب کی کثرت اور فرقہ بندیاں انسان کے یقین کو متزلزل کر دیتی ہیں۔ اس لئے شاعر اس مایۂ پریشانی (افتراق) کو چھوڑ کر حصول ایمان کی جانب متوجہ ہونے کا مشورہ دیتا ہے۔ اس وسیع مضمون کو "کافر زلف بشو" اور "جز رخش ایماں مطلب" جیسے مختصر جملوں میں ادا کیا ہے۔

عاشقانہ

در میاں نیست کنوں چوں سخنِ بوس و کنار — دل مخواہ از منِ ناکام و دگر جاں مطلب

من بہ دست دیا تا کسے نیابم ہم گل چاکے — جنوں دستے عطا کن جیب و دامانم دریدن را

دل افگار محوِ خار خارِ او ہمی باشد — چہ لذت می دہد شوخی مژگانش خلیدن را

حجابِ جلوۂ جاناں ز من آسودہ چشمانست — دو چشمم خود تصور کردہ ام دیدن نہ دیدن را

ز بس فریاد ہر دم از دلِ بے مدعا دارم — چہ رنج از من شنیدن را چہ زحمت نا شنیدن را

اسیر او نیفتد ہیچ گہ در بندِ آزادی — کہ دارد در گرہ ہر حلقۂ دامش رہیدن را

توانم عشق پر کردن کنون دامانِ صد حسرت
کہ خرمن کردہ ام رس باغ گلہائے نچیدن را

خیال بلند انہ شعر ہے۔ ایک سلبی مضمون کو اثباتی حیثیت سے پیش کیا ہے ۔

عاشقانہ

برخ کسے ندید مہ و آفتاب را — بردار اے نگار ز روئیت نقاب را

مست نظارۂ تو مئے نور می کشد — خوش طالعے کہ کرد قدح آفتاب را

بالکل نئی تشبیہ ہے ۔ فرماتے ہیں کہ تجھ کو نظارہ کرنے والا گویا شراب نور پی کر مست ہو گیا ہے وہ اس خوش نصیب شخص کی مانند ہے جس نے آفتاب کو قدح بنا لیا ہو۔ آفتاب کو پیالہ سے تشبیہ دیجاتی ہے معشوق کا چہرہ بھی مثل آفتاب ہوتا ہے اس کا نظارہ کرنا گویا آفتاب کو قدح بنانا اور شراب نور پینا ہے۔ تشبیہ در تشبیہ نے اس شعر میں خاص لطف پیدا کر دیا ہے ۔

تصوّف

ز رازِ نورِ تو بینم چو شد بیکار چشمِ من — ز پیشِ روئے من ایں پردہ ہا ماسوائے بکشا

ز سوداتِ جہاں شد تار بر مردم سر گردم — بکن یک جلوۂ شوخی و تختِ دیدہ را بکشا

اس شعر کو الفاظ مناسب کے اجتماع نے اعلیٰ مراتبِ بلاغت پر پہنچا دیا ہے مضمون کے لحاظ سے بھی شعر نوادر افکار میں شمار کرنے کے قابل ہے ۔ اس میں قدرت کی اس فیاضی کی طرف اشارہ ہے جس کی طلب میں بعض اوقات سارا جہان انسان پر تیرہ و تار ہو جاتا ہے

بجائے خود یہ گمان کر لیتا ہے کہ وہ آزاد ہے حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے پرندہ کے پاؤں میں جب لامبی ڈوری باندھی جاتی ہے تو وہ خیال کرنے لگتا ہے کہ آزاد ہے اور اڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اس کو بہت جلد معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بدستور گرفتار ہے یہی حالت دل کی بھی ہے۔

عاشقانہ

رو پوش مشو یار کہ در خواب و بحالت — صد بار رسیدیم و ترا ہیچ خبر نیست

بیچارہ من و چشم ترحم چہ تواں کرد — بستند مرا بر تو جو مردم چہ تواں کرد

از گریہ مرا چارہ نباشد بفراقت — بے مہر بود جلوۂ انجم چہ تواں کرد

اس شعر میں اشکوں کو انجم سے اور معشوق کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے جس طرح آفتاب جھپ جاتا ہے تو تارے نکل آتے ہیں۔ اسی طرح تیرے فراق میں بلا قصد و ارادہ میرے آنسو بہنے لگتے ہیں۔

عاشقانہ

صد خواہش دل تا بلبم آمد و برگشت — نے صبر و نہ یارائے تکلم چہ تواں کرد

بیزار ز انصاف جو شد یار ستمگار — خاموش نشینیم تظلم چہ تواں کرد

جور است و جفا شیوۂ خوباں دل آزار — بالطبع چنیں اند تحکم چہ تواں کرد

آمد کہ برد دل ز ادب ہیچ نہ گفتم — دستے کہ بدل داشتمش مہر دہن شد

نہایت لطیف پیرایۂ بیان ہے مضمون یہ ہے کہ وہ جب دل لینے کے لئے آیا تو میں بوجہ ادب کچھ کہہ نہ سکا جو ہاتھ دل کو تھامے ہوئے تھا۔ اس نے میرے منہ کو بند کر دیا۔ اضطرار اور مجبوری کی کیفیت کو اس سے بہتر طریقہ پر نہیں بیان کیا جا سکتا

با شد بدلم آنچہ مرا در زبان است — در شکل زبان لخت دل من بدہن شد

زبان اور دل کی موافقت کی یہ ایک بہترین تمثیل ہے

عاشقانہ

نہ بیتابی بدل دارم نہ برلب شیون امشب — کہ زلف در ہمش اندوہ من برہم زن امشب
کجا گنجد ز بیداری بدامان سحر آخر — گل عیش و سرور من کہ خرمن خرمن امشب

گرفت از من کنار آں بحر خوبی تشنہ می بودم — مقرر بود گوئی از پئے بوس و کنار امشب
چہ خوش خوابیکہ بخت من بہ بیداری ہمی بیند — کہ صیاد دلِ عالم مرا یا شد شکار امشب

اخلاق

کن دور گرد حرص چو باشی صفا طلب — گر می کشی چراغ دل خود ہوا طلب

بہت اچھی تشبیہہ و تمثیل ہے۔ فرماتے ہیں اگر دل کی صفائی حاصل کرنی ہو تو حرص کے گرد و غبار کو دور کر دو اور اگر یہ مقصود نہیں ہے بلکہ اپنے دل کے چراغ کو بجھا دینا ہی چاہتے ہو تو حرص و ہوا کی پیروی کرو اس کے باعث چراغ دل خود بخود بجھ جائے گا ہوا کا لفظ ذو معنی استعمال کیا ہے ہوا کا چراغ کو بجھا دینا بدیہی الثبوت ہے۔

اظہار مصیبت

بر سر فتاد بار بلا استخوان شکن — زنہار شرحِ آں زمنِ مبتلا طلب

تصوف

دنیا و آخرت طلب عام مردم است — بیگانہ شو ز خلق و مراد سے جدا طلب

عاشقانہ

عہد ہائے تو یاد باد ترا — آنچہ تو گفتہ مرا یاد است
بندِ زلفش دراز دیدہ و بخود — دل گماں می برد کہ آزاد است

یہ دونوں شعر سہل ممتنع ہیں۔ موخر الذکر شعر میں ایک وسیع مضمون کو چند مختصر الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ دل نے اس کی زلف کی بند ہنوں کو دراز دیکھکر

سر موئے ز پیچ و تاب لفا دنفہمد دل — بیاں چنداں پریشاں شد کہ مطلب از میاں گم شد

مطلب یہ ہے کہ دل سے اس کی زلف کے پیچ و تاب کی تشریح کرنی چاہی لیکن اس کا بیان اس قدر پریشان ہوگیا کہ مطلب ہی درمیان سے گم ہوگیا۔ اس شعر کو حقیقت اور ظاہر دونوں پر محمول کیا جا سکتا ہے

بساں شمع روشن جانِ من باشد زبانِ من — زبانِ من اگر گم شد یقیں دانید جاں گم شد

زمن باقی ہمیں بود کہ مشکش را بسنجو کردم — کفِ خاکِ بریشاں گشت و مشتِ استخواں گم شد

بسر سنگِ ملامت از سبک مغزاں ہمی باشد — تحمل بود گر ما را دریں بارِ گراں گم شد

یعنے کم سمجھ لوگ موقع و محل کو نہیں دیکھتے۔ ملامت شروع کر دیتے ہیں ایسے وقت بردبار سے بردبار اشخاص بھی اپنے تحمل کو ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں یہ غزل نظیری کی مشہور غزل پر لکھی ہے۔ اس میں ایسے اشعار کا نکالنا ایک پختہ مشق اور لطیف الطبع شاعر ہی کا کام ہے۔

مرا دل غیرتِ پروانہ دادند — ز سوز او ترا پروانہ دادند

ودائے درد من غربت شد آخر — کہ زحمت بیش ازیں بخانہ دادند

شد کوتاہ و عمر آمد بپایاں — بیا دو ما عجب افسانہ دادند

بحثِ حسن آب و دانہ دادند — فریبت اے دلِ فرزانہ دادند

چہ می پرسی ز حالِ عاشقانش — دل و جاں در رہِ عشق مردانہ دادند

دلم کشتیِ بحرِ آشنائی — کہ سکاں در کفِ بیگانہ دادند

ز حق مہر بتاں خواہم کہ از دل — مرا ہم کعبہ ہم بت خانہ دادند

قرعۂ فالِ من کنوں وہ چہ فلک بکام زد — ناز مکن بیا بگو یا کہ شدی قسم نام زد

شکر گزار سامعاں چوں شود سہرہ زباں — حرفِ خامشی لبت با ہمہ لا کلام زد

مہر سپہر بے ثبات آئینہ دار آفتاب — صبح اگر نواختہ در بر ما کہ شعلہ زد

عاشقانہ

می توان آسان رفو کردن دلِ صد چاک را   زان نگہ کز رشتہ و سوزن زمژگاں میرسد

نہایت بدیع تشبیہ ہے اور پھر معنًا واقعہ کے مطابق بھی ہے۔

تصوف و اخلاق

کشتیٔ امید را صد رخنہ ہم ہست و باز   بر کنارِ عفو تو از بحرِ عصیاں می رسد

کہتے ہیں کہ امید کی کشتی میں اگرچہ خوف سے کئی رخنہ پڑ گئے ہیں لیکن گناہوں کا دریا اس کو عفو کے کنارے پہنچا ہی دیتا ہے۔

عاشقانہ

گرمیٔ ہنگامۂ پروانہ یک سر سوختند   تا نگاہِ شوق ما را شمعِ محفل کردہ اند

سالکاں را مایۂ آرام شد سرگشتگی (تصوف)   جادۂ دشتِ طلب گوئی کہ منزل کردہ اند

عاشقانہ

با نالۂ جاں سوز بگوشش گزر افتاد   چوں شمع مرا شعلہ رفیقِ سفر افتاد

در بزم چو بر جامِ شہ انجم نظر افتاد   چشمِ تو بیاد آمد و ہوشم ز سر افتاد

عشقت ہمہ پیر و جواں را بسر افتاد   ایں آتشِ تیز است کہ در خشک و تر افتاد

از گریۂ و زاریٔ شب روز چہ حاصل   در عشق کسے کار چو با زور و زر افتاد

بر نامدہ یک آہ ز رویش زاں لبِ شیریں   شوریدہ دلِ من بامیدِ دگر افتاد

حیرانِ جمالِ تو بماند کہ دراں لطف   دل از نظرش یا کہ نظر بے خبر افتاد

نالاں بنا امیدی در ہجرِ او چہ باشم   زیں گونہ مصیبت چوں جاں نہ زاد باشد

از صبر از اے آہ ہر چند چارہ جستم   دردِ دلے کہ دارم در اشتداد باشد

ناصح مدار لب ہا تا زندہ تر بسوزم   بر آتشِ درونم حرفِ تو باد باشد

کہتے ہیں کہ ہجر میں جو کچھ مجھ پر گزری اس کو کیونکر بیان کر سکتا ہوں جب کہ مجھے ایک لحظہ بھی اس کی فرصت نہیں ملی کہ میں اپنی حالت پر غور کرتا اور اس کو سمجھ سکتا۔ اس وسیع مضمون کو "بدیم خویش" دو مختصر لفظوں میں ادا کیا ہے۔

عین الیقین ز روئے تو مارا نصیب نیست — تا کے بسر بریم با مید و بیم خویش

اس شعر میں مجاز سے زیادہ حقیقت کا پہلو غالب ہے۔ کہتے ہیں۔ تو نے اپنے رُخ تاباں کا جلوہ دکھا کر ہم کو عین الیقین کے رتبہ پر ابھی تک نہیں پہنچایا ہے آخر کب تک ہم اس امید و بیم کی حالت میں بسر کریں۔ ایمان خوف و رجا کی درمیانی حالت کا نام ہے۔ لیکن سالک اس حالت پر قانع اور اس مقام پر ٹھیرے رہنا نہیں چاہتا بلکہ عین الیقین کے درجہ پر پہنچنا اور "لو کشف الغطاء لما ازددت یقینا" کی کیفیت حاصل کرنے کے لئے بے چین رہتا ہے۔

اے عشق دیدہ کہ جہانی نمودہ ام
حیران تندرستی فکر سقیم خویش

شب زلفش کہ ہر دم با دو چشم جلوہ اندر دلکشش — سر خورشید حسن آمد فرو در ظل ممدودش
لب لعلش کہ خط سبز دارد مشک آلودش — نہاں دریں آتش خاموش عالم سوز گرد دودش
بدل گرد غم دوران بلائے بود لے ساقی — ز لطف تو مئے روشن ازیں آئینہ بزدودش
رخش در سادگی سوز دل و جان امیدایم — چہ خواہد کرد ایں آتش نمایاں چون شد دودش

تاثیر گرم آہ سحر آزمودہ ایم — تا پردہ را ز آفتاب رخ او کشودہ ایم
داریم چشم عفو خطائے جو رفتہ است — با خود نبودہ ایم اگر با تو بودہ ایم

نازم بضعف خویش کہ اندر ہوائے عشق — پرواز ہا بسوئے تو بے بال و پر کنم
تا کے در آرزوئے تو یک دم نظر کنم — بگذار تا بروئے تو یک دم نظر کنم
از سوز دل چو قصہ شوق تو سر کنم — در خامہ جائے حرف شرار سر کنم

پیکِ صبا چو آہ سرد از تو حکایتے کرد — آتش ما ز درد دلم آہ ازیں پیام برد

اے کہ با من نامزد گشتی بعالم ہوشدار — تا نگردی در جہاں بد نام و رسوائے دگر

چوں نشود انجام کار عشق یار سنگدل — من یکے بے صبر و دل ہم ناشکیبائے دگر

گل بجائے خار و بلبل زار باشد در چمن — رفت او بہر تماشا شد تماشائے دگر

راہِ او مشکل گزار و من ہمیں سرگرم ترق — یا نہادم رفت طاقت چوں نہم پائے دگر

یارب ترحمے بدلِ سخت یار بخش — یا صبر وافرے بمن بیقرار بخش

دردی غصہ۔ صاف طرب ہر چہ میدہی — ساقی ز دستِ تست مرا خوشگوار بخش

یہ اشعار بلحاظ سلاست اور لطف زبان کے خاص طور پر قابل ملاحظہ ہیں

از پائے فگندست مرا شوق رفاقت — بے سایہ خدایا نشود سرو روانش

معراج من بس شدہ اے چرخ ہمیں بست — رفتم اگر از پائے بیفتم بزبانش

نہایت بلیغ شعر کہا ہے۔ شاعر آسمان کو خطاب کرکے کہتا ہے کہ میرے لئے یہی معراج کافی ہے کہ میں اس کی محبت کی راہ میں اس طرح لڑکھڑا کر گروں کہ میرا ذکر اس کی زبان پر آجائے۔

چرخ کا لفظ اور از پا افتادن اور بر زبان افتادن کا تقابل اور اس سے معراج کے مضمون کا استنباط نزاکت خیال اور بلاغت کی اعلیٰ مثال ہے۔

زخمم چو کند شکوۂ لب تشنگی از تو — از تیر دگر باز بدوزان بست دہانش

یہ شعر بھی تغزل کا بہترین نمونہ ہے کہتے ہیں کہ اگر میرا زخم تجھ سے لب تشنگی کی شکایت کرے تو اس کا علاج بہت آسان ہے۔ ایک تیر اور لگا کر اس کا منہ بند کر دے

شاعر نے مشق و ستم میں معشوق کی کوتاہ دستی اور اپنے حریص لذت آزار ہونے کو نہایت لطیف پیرایہ میں ظاہر کیا ہے۔

آخر چہ گویمت کہ چہ برمن رود بہ ہجر — ہرگز نگفتہ ام چہ دمے ہم ندیم خویش

امیدِ استوارِ من و عہد سست او — رخور گذاشتند سراسر مدارِ من

امیدواری

در عرض آرزو نکنم عشق کو تہی — باشد شنود قبول یکے از ہزارِ من

تاثیرِ شعر کی وجہ

آویزۂ گوشِ دل و جاں شعرِ ترِ من — کز بحرِ غمِ عشقِ تو خیزد گہرِ من

ثبات و استقلال

با ایں ہمہ وارفتگی از جائے نرفتم — گوئی کہ مقام ست بمنزل سفرِ من

محبت کی عالمگیری

مہر از دلِ او رفت و گرفت ست بعالم — از رشک در آئینہ بیامد شررِ من

ناکامی

از بیمِ نگاہے نکشادی گرہِ دل — بربستہ تشنہ آرزوئے ایں قدرِ من

تخیل

عمرے ست غم سر گرفت ست بخویشیا — باشد بگریبان خیالِ تو سرِ من

تاثیرِ عشق

عشقش چہ اثر دادہ زبان و سخنم را — آں شعلۂ من باشد و ایں شد شررِ من

بنگر کہ رخِ خوب تو دیدن نتوانم — چوں دست زیابم بفشاند نظرِ من

ہرگز نہ رسد با ہمہ جہد یکے کہ نمودم — بر پائے چو جسمِ تو رخ ہیچو زرِ من

دایم بہ تماشائے گلستان جمیل است — از داغِ جفائے تو دلِ دیدہ ورِ من

سرگشتۂ دورِ فلکِ شعبدہ بازم — آغاز ہے و انجام ندارد سفرِ من

ماسد چراغیکہ بسوزند ز آتش — شمعِ رہِ شوقِ تو بود چشمِ ترِ من

در منزلِ دیوانگی و دشتِ خودہم — جز من نبود ہیچ کسے راہبرِ من

حسن چون عشق چو در بندِ حیا می بینم
چشمِ جانان و لبِ خویش نه وا می بینم

چشم هر حلقه که در زلف رسا می بینم
در تماشای رخت رو بقفا می بینم

کس ندیدست و مبادا که به بیند گاهی
آنچه از دیدهٔ مشتاقِ شما می بینم

آسوده بگردم نه ز زنار نشینم
تا آنکه بخویش آیم و با یار نشینم

انگشت نما میکندم مشعلِ آهم
گر بر رهِ تو هم به شبِ تار نشینم

عیشِ دگران را بکنم ارچه منغص
هر جا که روم با دلِ افگار نشینم

گشتم غبارِ خاطرِ یوسف جمالِ خویش
گردی نیم که پیروی کاروان کنم

لطف و غضب بود گلِ رعنائے باغِ حسن
نظارهٔ بهارِ خوش این و آن کنم

گر چشمِ یار می کند امداد گردشی
ابدال تلافیِ ستمِ آسمان کنم

در گردِ راه منزلِ مقصود گم شدست
یارب چه فکرِ غارتِ این کاروان کنم

غیرت و رشک

از رشکِ نقشِ پای چو پر داغ شد دلم
چندان طپیم که راه ترا بی نشان کنم

عاشقانه

ایکه گفتی که منت روی بدیدن ندهم
گوش کن من بخود این حرف شنیدن ندهم

تا پریشان نشود بوی هواداریِ من
باد در کوچهٔ آن زلف وزیدن ندهم

گو بیالای بخونِ دلِ من پنجهٔ خویش
نیشِ آن دستِ نگارینش گزیدن ندهم

بر وعدهٔ تو بود چه دار و مدارِ من
کس را نماند هیچ دگر اعتبارِ من

از بهرِ من چنانکه تو هستی بکارِ خویش
من نیز هم برای تو باشم بکارِ من

با قربِ معنوی چه بود بعدِ ظاهری
از من کنار گیر و بیا در کنارِ من

عمریست گرچه مست بیهوش بوده‌ام
بشکست چشمِ او بنگاهی خمارِ من

چندان شکستم که برفتم ز خاطرش (ضعف ذاتی)
ضعفم گرفت عاقبتِ کار یارِ من

وہی کام میری آنکھوں کی خونفشانی میرے سینوں کے داغوں کے لئے کرتی ہے۔

تاثیرِ گریہ

نماید گریۂ ما نیز گر نیرنگ تاثیرے — گلِ صد کام در دامانِ حرماں میتواں کردں

پشیمانی

دلا زیں شکوۂ بیداد دستے با جفاگر زن — پشیماں گر شوی او را پشیماں میتواں کردں
راہ گرمِ ما بسوزد دلِ خود آں بتِ کافر — بلے ایں شعلہ را در سنگ پنہاں میتواں کردں

عاشقانہ

ہوائے آہ سردم دلِ بے نوا نشستہ — چہ خوش ست غنچہ کہ برہ صبا نشستہ
حریمِ رہ اوبے ہا بستر آنہ خموشی — گرہے بستہ دہان و نگوئے ما نشستہ
پئے دیدنم بیا زد و نگو کہ آفتاب ست — تو سوار شو کہ او ہم شود از جا نشستہ
بخشا ز بید بندش گرہے رکارِ ما تیر — کہ بکلفِ تو دلِ سنگ ہمہ در قفا نشستہ
شدہ طیب لہا نظرے بہ عشق حیراں — کہ بدرد بید واز اں لبِ جانفزا نشستہ "

تغزل کے لحاظ سے یہ غزل بہترین کہی جاسکتی ہے۔

عاشقانہ

تمام خواہش دل را بیک ادا کردی — چگونہ گویت کہ چہ بر جہان مبتلا کردی
دوائے عشق وصال و نہ بد تت پرہیز — تو بر بجر حشا تدی مرا خطا کردی
ہنوز کشتۂ بیدادِ خنجرِ نازم — تدارکے کہ نکمت کمی دیجا کردی
پر زورِ نا توانی کو آبِ ارغوانی — باز آ بدم یو ابی ساقی چہ مہربانی

بیزبانی

مقصود ما نہاتی انکار ما ہبانی — ما بیم و بیزبانی یا رسد خوش بیانی
من حسنِ ظن فزودم در خدمتِ تو کم کم — آخر یقین شدا ہم بسیار بدگمانی

جز اختر تابندۂ بختم کہ نماید یک رنگیٔ آئینۂ زشام و سحر من

از جزیۂ خاک رہِ الفت چہ بگویم پس تر نفشند ہر قدم بستر من

برگشتم آخر شکند نخوت و نازش در دست شکست ست ہما تا ظفر من

بہ سجدہ بود عشق رہِ قطع تعلق کو را ہنرے تا بنمود راہبر من

گرہ با زلفِ او چوں رشتۂ جاں میتواں کردن بدل جمعی خیالاتِ پریشاں میتواں کردن

مطلب یہ ہے کہ اس کی زلف سے وہی تعلق ہے جو جسم کو جان کے ساتھ ہے اگرچہ یہ تکلیف و پریشانی سے خالی نہیں لیکن انسان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ دلجمعی کی حالت میں بھی پریشاں خیالی سے باز نہیں رہتا۔ اور اس کو چین سے بیٹھنے میں مزا نہیں آتا۔

جنوں بندِ نقابِ یار خنداں میتواں کردن چہ درہا از یک چاکِ گریباں میتواں کردن

یعنی بندِ نقابِ یار کی گرہ اگر کھل سکتی ہے تو دستِ جنوں ہی سے کھل سکتی ہے اور اس کو اس کے خنداں ہونے سے تعبیر کیا ہے۔ کیوں کہ مجنوں کو دیکھ کر ہنسی اڑائی جاتی ہے کہتے ہیں کہ ایک چاکِ گریباں سے جو دستِ جنوں کا رہینِ منت ہے۔ کیسے کیسے فتوحات حاصل ہوے۔ اور کتنے خوشی و مسرت کے دروازے کھل گئے ہیں۔

نظر زنجیرِ دل - در گوشۂ چشمِ تو زندانش ازیں بہ بے سر و پا را چہ ساماں میتواں کردن

دل جیسے بے سر و پا مجنوں و لا یعقل کے لئے اس سے بہتر اور ساماں کیا کیا جا سکتا ہے کہ تیری نظر کو اس کی زنجیر اور تیرے گوشۂ چشم کو اس کا قیدخانہ بنایا جائے۔

بباغِ سینۂ پُر داغ چشمِ خونفشاں ریزد شرر ہائے کہ از شبنم بہ بستاں میتواں کردن

تشبیہ کے لحاظ سے نہایت مدلع شعر کہا ہے۔ سینۂ پر داغ کو باغ سے آنکھ کی خونفشانی کو شبنم سے۔ اور شبنم کو شراروں سے تشبیہ دے کر یہ مضمون پیدا کیا ہے کہ جو کام شبنم کے شرارے باغ میں کرتے ہیں۔ یعنی رنگ رنگ کے پھول کھلاتے ہیں۔

سبھی ہیں بزم میں غش کس ادا سے جلتا ہے — ملے جو ہاتھ سے ساقی کے پاؤں ساغر کو

بروز حشر بہت گرم ہو رہے خورشید — کروں گا جا در سر اپنے دامن تر کو

تمہارے دیکھنے کا شوق ان کو یہ ہوا دیکھو — کہ جاں و دل ہمارے دونوں آنکھوں میں آ ٹھہرے

نہ جا سکنے ہیں یاں تھے واں کے نہ ان کو روک سکتے ہیں یاں — انہی کی مہربانی ہے جو ہم بیدست و پا ٹھہرے

دلِ خونیں ہمارا ابھی کرو پامال احیاں ہے — عبث تم دستگیر طائرِ رنگ حنا ٹھہرے

اسی خواہش میں اے گل دمِ عدم بجود تعیں میں تھے — کہ ہم بھی بھیجیں کچھ پیغام گر پیک صبا ٹھہرے

طریقِ عشق کے سب سالکوں میں نے دیکھا ہے — گئے رہ چل ابتدا ہی میں کچھ تو پھر لے انتہا ٹھہرے

چہرۂ تاباں کو اس کے مے سے روشن دیکھئے — آتش آتش کے لئے ہوتی ہے روغن دیکھئے

محتسب سے بڑھ کے میں ہوں نسر کے دشمن دیکھئے — طوق میرا ہاتھ اور مینا کی گردن دیکھئے

اخیر میں میں اپنے دوست مولوی عمر الیافعی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جن کے اہتمام اور نگرانی میں یہ دیوان طبع ہوا۔ بعض ضروری نوٹس بھی چند مقامات پر تحریر فرما کر صاحب موصوف نے مجھے ممنون فرمایا اور کاپیوں کی تصحیح میں بیش بہا مدد دی ہے۔ والسلام

محمد عبدالباسط

عثمان پورہ حیدرآباد دکن

۱۶ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ

از گریہ خاک بر سرِ ایں آبرو کنی — خوش باشد آبِ تازہ رواں گر بجو کنی
مکشائے دیدہ جز بہ رخِ دوست زینہار — ایں چاک را بسوزنِ مژگاں رفو کنی

ذیل میں ان کے چند منتخب اردو اشعار بھی درج کئے جاتے ہیں تاکہ اردو میں ان کی طرزِ سخن گوئی اور طبیعت کی جولانی کا اور اس زمانہ کی زبان کا کسی قدر اندازہ ہو سکے۔

راہِ طلب میں گرم روی وہ کہاں ہے اب — مشتِ غبار یا یہیں کارواں ہے اب
دل جا چکا تو سوزشِ آہ و فغاں ہی — آتش تو بجھ گئی یہ نکلتا دھواں ہے اب

کیا فائدہ میری جستجو کا — کھویا میں گیا ہوں اس کو پا کر
محفل میں ذلیل ہم نہ ہوتے — دیتے نہ اُٹھا جو تم بٹھا کر
سنتا نہیں میری میں سنوں کیوں — جو جا ہے سو تو مجھے کہا کر

دوریٔ اہلِ نظر مانعِ نظارہ نہیں — آئینہ ہے کہ ترا محوِ تماشا میں ہوں
دل اگر سرد ہوا داغ کے مرجھانے سے — عشق کہتا ہے نہ رکھا غمِ چمن آرا میں ہوں
قابلِ دید ہے یہ جوشِ بہارِ تازہ — گل ہے سودا ترا اور بلبلِ گویا میں ہوں
توڑ کر عہد کبھی تم نہ پشیمان ہوئے — سر سے لے تا بقدم شرمِ تقاضا میں ہوں
کیا کہوں کس سے کہوں کون ہے شناسائے عشق — بزم میں ہوں بھی اگر جان کہ تنہا میں ہوں

کیا شوق بوسۂ لبِ ساقی ہے دیکھئے — کب مثلِ جام بادہ مرے لب پہ جاں نہیں
ظاہر ہوئی کشش نہ نمایاں ہوا ہے زخم — غمزہ نہیں ہے تیر و ابرو کماں نہیں
غم تیرا کیا بسا دلِ خانہ خراب میں — دل جسم میں نہیں ہے مرے دل میں جا نہیں
غم تیرا تیرے آنے سے دل سے نکل گیا — سچ کہتے ہیں کہ عیش و خوشی جاوداں نہیں
آرام کے خیال کا دل پر جو ہو گذر — کہتا ہے درد دور کہ خالی مکاں نہیں

ہوائے شوق میں اُڑتی ہے حسرتِ پرواز — جو قید ہوں میں قفس میں تو کیا کروں پر کو

اور گھر کی کئی چھوکریاں چھوکرے سب اسی وظیفہ میں پرورش پاتے تھے۔ بڑے دیگچہ میں موٹے چاول کا خشکہ دالچہ اور ایک ترکاری سالن پکتا تھا عرصہ تک کبھی نہیں پرورش پاتے تھے یا ہمیشہ دو تین مہمان رہتے تھے۔ پہلے کرایہ کے مکانوں میں رہتے تھے۔ آخری زمانہ میں موتی خانہ (سروں دروازہ چادر گھاٹ) کا مکان عبدالحی صاحب (فرزند اکبر) نے سات سو روپیہ میں کلالی سے خرید لیا تھا۔ جو نہایت مختصر تھا۔ پہننے کو کپڑے زیادہ نہ تھے۔ سات آٹھ پاجامہ کرتے۔ تین چار شیروانیاں سفید جس کو "انگرکھا" کہتے تھے اور چھپواری کے تین چار دوشالے۔ تین چار موٹے ململ کے عمامے تھے۔ یہ بلی کا صرف ایک چڑھاوے حوصلہ باقی خیریت۔ کھپریل کے مکان میں عمر گذار دی۔ ۲۴ گھنٹہ شطرنج کا تختہ بچھا رہتا تھا۔ آٹھ آٹھ روز مسلسل بازی چلتی رہتی تھی۔ سید ابراہیم صاحب عفو کے والد پیر ایک ایک مہینہ شطرنج کھیلنے کے لئے مہمان رہے تھے نواب اسد علی خاں معروف بہ اسد میاں صاحب دو دو ہفتے صحبت میں رہتے تھے۔ اپنے گھر سے کھانا منگا کر کھاتے تھے۔ امیر اللہ صاحب امیرؔ اور عباس علی خاں صاحب بھی اکثر شریک شطرنج رہتے تھے۔ اسی انہماک میں مطب گرم رہتا تھا کوئی آکے کہتا کہ بیگم صاحبہ کو رات بھر بخار رہا تو سو سو بار شطرنج کے تختہ پر نظر جما کر کہتے رہے کہ "بیگم صاحب کو رات بھر بخار رہا، بیگم صاحب کو رات بھر بخار رہا" کوئی کہتا کہ حضرت "کھانسی چین لینے نہیں دیتی" تو حکیم صاحب بھی دہراتے چلے جاتے کہ "کھانسی چین لینے نہیں دیتی" پھر نسخہ ارشاد ہوتا تو جمال جو کمپونڈر تھا دوا بنا دیتا۔ ایسی حالت میں بیچاسوں شیشے قارورے کے دیکھتے اور نبض بھی دیکھتے مگر نظر تختہ پر رہتی دوا بھی ایسی تجویز ہوتی جو تیر بہدف ہو۔

مرزا سالکؔ کے پاس کبھی مشاعرہ ہوتا۔ کبھی منشی راجہ کے فرزند کے پاس تو شطرنج سے فارغ ہو کر غزل بھی لکھا کرتے۔ آخری زمانے میں خطاطی کا شوق پیدا ہوا تو زریں رقم خاں مدراسی کے شاگرد ہوئے۔ استاد صاحب شاگرد صاحب کا

حضرت عشق کی زندگی

کے

کچھ حالات

راقم الحروف نے بوقت ترتیب دیوان مولوی عبدالرب صاحب مدظلہٗ نبیرۂ حضرت موصوف سے اپنے ایک خانگی خط میں درخواست کی تھی کہ وہ حضرت عشق کے ختم و بعد حالات سے مطلع فرمائیں تاکہ ان کو دیباچہ میں درج کر دیا جائے۔ صاحب موصوف نے اس کے جواب میں جو حالات تحریر فرما کر بھیجے ہیں وہ حضرت عشق کے پایان عمر کے حالات کی ایک بے نقاب تصویر ہے اسلئے بجنسہٖ اس کو درج ذیل کیا جاتا ہے غالباً اس کا مطالعہ ناظرین دیوان کے لئے خالی از دلچسپی ہوگا۔

چند روز ہوئے آپ نے فرمائش کی تھی کہ ہمارے نانا جعل الجنۃ مأواہ کے کچھ حالات لکھ بھیجوں۔ خط دیکھ کر میں سوچتا رہا کہ کیا لکھوں۔ ان کی رحلت کے وقت میں طفل چہاردہ سالہ تھا۔ ان کی زندگی میں کوئی ایسی خاص بات نہ تھی جو سپرد قلم ہو سکے سوائے اس کے کہ چٹائی پر بیٹھتے تھے۔ قالین بستر کبھی نصیب نہ تھی۔ نہ کبھی اس کا ان کو خیال آیا۔ کھانا اچھا کھا نہ سکتے تھے۔ اچھا کھانا کبھی میسر نہ آیا۔ طبیب حاذق تھے۔ ہاتھ میں شفا تھی۔ لوگ معتقد تھے میٹھے حلوے اور وغیرہ بعض لوگ بھیجا کرتے تھے۔ کھانے والے بہت تھے۔ سب سے بڑے حقدار اور ممتاز حقدار ہم تھے۔ زیادہ حصہ ہمارے پیٹ میں جاتا تھا۔ میٹھے کھاتے تھے۔ اور انکی گود اور سینہ پر سوتے تھے۔ پوری ناز برداری ہماری ہوتی تھی ہم بھی کم عمر تھے مگر افضلیت اور فوقیت ہم کو حاصل تھی۔ ماہانہ ۲۲ روپیہ وظیفہ ملتا تھا . . .

نہایت نستعلیق خوش طریقہ سے صاف کر لیتے تھے میں اکثر دیکھتا تھا کہ مصر کی مطبوعہ ضخامت کتابوں کا اکثر و بیشتر مطالعہ کرتے تھے غرض بڑی جامعیت کے بزرگ تھے
حضرت مرحوم علاوہ انتہا درجہ کے متقی ہونے کے صبر و رضا و تسلیم کے صفات سے متصف تھے اور تکلیف کی برداشت کا پورا مادّہ ان میں تھا۔ پیٹھ میں راج پھوڑا ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر بی صاحب کے دواخانہ کو نشتر کرانے کے لئے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا کلوروفارم لینے سے انکار کیا ڈاکٹر نے ایک کلدار روپیہ کے برابر دو شگاف آڑے اور کھڑے دئے۔ کئی طشت مادہ خارج ہوا اُف تک نہ کی۔ پسینہ کے دھار جاری تھے

حدیقۃ المرام فی تذکرۃ العلماء الاعلام مصنفہ

مولوی مہدی واصف ۱۲۷۹ ہجری

مطبع مظہر العجائب مدراس

صفحہ (۴۰) :-

مولوی عبد الباسط ابن شیخ محمد مہدی

مؤلف الحدیقہ۔ شاہ کی لاہار نہ فی

ادب واحترام کرتے خود ہر دو سرے چوتھے روز گھر پر آ کر اصلاح دیتے۔ فلس کچ کے بیسیوں ریم مشق میں سیاہ و سرخ ہوتے۔ خط بھی بہت درست ہو گیا تھا۔ نانا صاحب کا چھیل کر دیا ہوا بروکا قلم اب تک تبرکاً میرے پاس ہے۔

اس اثناء میں فارسی کے بعض رسالے اور کتب مجھ کو پڑھاتے بھی تھے اور ازبر کراتے تھے۔ مثل کریما دری وغیرہ۔ شطرنج سے فرصت ملی تو اقربا اور احباب کی مداوی اور عیادت کو بھی پیدل جاتے تھے۔ ہر اج سے بیکار چیزیں کثیر مقدار میں خرید کرلاتے۔ دو ہراج خانوں کے وہ مالک انگریز تھے روپیہ کے لئے ہمیشہ تقاضا رہتا۔

نواب مختار الملک کے پاس قدر وعزت تھی نواب صاحب کے انتقال کا بڑا صدمہ ہوا۔ رات کے ۸ بجے نواب صاحب کا انتقال ہوا۔ دس بجے رات کو ڈیوڑھی سے گھر آئے ہماری نانی نے پوچھا (کھانا کاڑوں) تو کہنے لگے کہ کھانا دینے والا چلا گیا میں کیا کھاؤں۔ ویسے ہی سو گئے۔ میں بھی ان کی گود میں سو گیا۔ غرض حرص و لالچ دنیا کے مال و منال کا کبھی خیال تک نہ آیا نہ اچھے مکان میں رہنے۔ نہ فرش فروش پر بیٹھنے کا کبھی خیال ہوا۔ امیر غریب جو ملاقات کو آتا چٹائی پر بیٹھتا۔ مزاج میں ظرافت بہت تھی ملاقات سے لطف اندوز اور معالجہ سے صحت یاب ہو کر جاتا۔ دنیا میں ایسی زندگی بسر کی جیسے کوئی مسافر سرائے میں چند گھنٹے سستا کر چل کھڑا ہوتا ہے۔ دن میں کئی بار چائے۔ نیتی اور حقہ اور چٹیا تو منہ سے کبھی جدا نہیں ہوتا تھا۔ سید صاحب[۱] مرحوم کہتے تھے کہ منطق میں بڑا دخل تھا۔ دار العلوم کے اساتذہ کی تفہیم سے تشفی نہ ہوتی تو وہ صاحب[۲] کے پاس آ کر مسائل کو

---

[۱] ۔ سید محمود صاحب ان کا نام تھا مدراس کے سادات نجیب الطرفین میں سے تھے۔ عمر بھر طالب علمی کرتے رہے۔ اطلبوا العلم من المہد الی اللحد۔ کے پورے پورے مصداق تھے فلسفہ و منطق کا بہت شوق تھا۔ اخیر زمانہ میں مولوی سید بدر الدین صاحب مرحوم کے شاگرد بھی ہوئے تھے [۲] حضرت کو گھر میں تمام چھوٹے بڑے "صاب" (مخفف صاحب) کے نام سے بلاتے تھے۔

کنم سر رشتهٔ امید با خیاط او محکم
که تار دامن دل فشان وا گوی گریبانش

را بروی تو عیان گشته اوج پایهٔ تیغ
رخ تو ورقهٔ آن خلد زیر سایهٔ تیغ

ای ز بهار رخ تو جمله را
سقف گل و در گل و دیوار گل

چیدن گل خواهی و ترسم بلی
دست تو بس نازک و پر خار گل

روزه تیره ام مست گر بلطف گوهرم بنگر
چو اشک سرمه زبان، در غبار سرمه می آیم

بار کسوت بر نتابد از سبک روحی تنم
بس بود هم چو سخن تار نفس پیراهنم

در غم دور از رخت چیدن پلک را گویا
کرده ام این چاک از سوزن مژگان رفو

در غم آن حال گشتم خالی از زهد و ورع
سبحهٔ صد دانه را کردم یکی دانه

متاع نواسنج غمت هر دل تنگی
در میکده ات قلقل هر شیشه برنگی

تذکرهٔ گلزار اعظم مؤلفهٔ نواب غلام غوث خان اعظم

مطبوعه ۱۲۷۲ هجری ص ۲۶۴

عشق - تخلص حکیم عبد الباسط پسر مولوی محمد واصف است در سن یک هزار و دو صد و شصت و هفت هجری در شهر مدراس از تنگنای عدم بشارع وجود رسید و کتب عربیه و فارسیه بقدر ضرورت از پدر خود و حاجی زین العابدین که خال اوست و خان عالم خان بهادر نارق بحد رسانید اصلاح سخن از ایشان دارد و غزل و قصیده بکمال سرعت می نگارد و زبان انگریزی و پانزده فن طب فرنگی از مستعدان اهل لسان آموخته و بهرهٔ وافی اندوخته همواره بمعالجهٔ علیلان می پردازد و اوقات خود درین کار صرف می سازد - سرگذشت روزگار و احوال هر دیار هر هفته یک بار بقالب طبع می آرد و مسمی به "تیسیر الاخبار" نهاده اشتهار می دهد - متین مزاجش در وادی

العربیۃ والفارسیۃ والانجلیزیۃ
لاسیما فی علم الطب حذاقۃ کاملۃ و
ھو نزیل میسور مضا فاتہا فی بعض
الاشغال لا زال سالما

تذکرۂ اشارات بینش مؤلفہ سید مرتضی تخلص بینش

(۱۲۶۵ھ مطبوعہ مدراس (صفحہ ۱۳۲)

عشق تخلص عبد الباسط خلف الرشید محمد مہدی واصف است
جوان مہذب الاخلاق وسنجیدہ وضع وکتب عربیہ وفارسیہ پیش زین العابدین نامی کہ
خال اوست خواندہ واکثر در صحبت خان عالم خان فاروق تیص ہا بر داشتہ
اصلاح سخن ہم از دمی گیرد، غرض با وجود سرعت فکر، خوش تلاش وبلند خیال است،
امّا از توغل تحصیل علوم مشق شعر کمتر میدارد از وست ؎

در چمن روزگار چوں گل شبنم زدہ — دیدۂ گریاں کشائے بر رخ خنداں صبح
دل بر دیار گر بہ ورا ری نمی رسد — دل زندہ است تعزیہ داری نمیرسد
طفلانِ مکتب اند بذکر تو مشتغل — نوبت بیاد خالق و باری نمیرسد
مے اگر دشمن خسر دبا شد — باخبر دشمناں چہ بد با شد

"خطاب" "گلزار اعظم" کے مولف نے لکھا ہے کہ آپ مولوی محمد مہدی واصف کے فرزند دل بند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۳۶ھ ہجری میں شہر مدراس میں واقع ہوئی اور آپ کی تربیت و تعلیم بھی وہیں ہوئی۔ آپ نے ابتداء میں والد ماجد اور اپنے ماموں حاجی زین العابدین کی خدمت میں کتب عربیہ و فارسیہ ختم کیں۔ اور خان عالم خان بہادر فاروق تخلص سے کتب عربیہ کی تکمیل کی اور حضرت فاروق[1] سے اصلاح سخن بھی لیتے تھے، آپ کی طبیعت کو شعر و شاعری سے زیادہ مناسبت بھی، غزل قصیدہ، مضامین کو کس بسرعت تمام موزوں کرتے تھے، آپ کے کلام سے معلوم ہوتا تھا کہ مضامین کی طبیعت میں آمد تھی گویا تازہ تازہ مضامین آپ کے میدانِ خیال میں دست بستہ کھڑے ہوئے ہیں۔ جب چاہتے تھے فی البدیہہ مضامین متفرقہ و معانی جدیدہ کا شیرازہ باندھ گلدستہ کی طرح اہل کمال و سخن سنجان نازک خیال کے جلسہ میں پیش کرتے تھے۔ بزرگان جلسہ آپ کے کلام فصاحت انجام کی داد دیتے تھے، تحسین و آفرین کے ساتھ واہ واہ کہتے تھے، آپ فن طبابت یونانی و انگریزی میں قدرت کاملہ و ملکۂ تامہ رکھتے تھے۔ طب انگریزی حکمائے فرنگ سے اخذ کی تھی، زبان انگریزی کو مثل عربی و فارسی جانتے تھے، اکثر اوقات بیماروں کے معالجہ میں صرف فرماتے تھے، اور آپ تواریخ و واقعات سلف سے زیادہ رغبت رکھتے تھے اور زمانہ کے حالات سے واقف ہونا پسند کرتے تھے، بناءً علیہ آپ نے ایک اخبار مسمی "تمیز الاخبار"[2] جاری کیا تھا۔ یہ اخبار ہفتہ واری تھا۔ ہفتہ میں ایک بار طبع کر کے تقسیم فرماتے تھے، فقیر مولف کو یہ امر معلوم نہیں ہوا کہ وہ اخبار کب تک جاری رہا اور کب موقوف ہوا۔ آپ سر سالار جنگ مختار الملک بہادر مدار المہام سرکار عالی نظام کے عہد میں مدراس سے حیدرآباد دکن تشریف لائے۔ صیغۂ منصب میں ملازم ہوئے، مدت العمر صیغۂ مذکور میں مامور رہے ہمیشہ بیماروں کے معالجہ اور طلبہ کی تدریس میں مصروف رہتے تھے، آپ صاحب اولاد تھے

---

[1] شعرائے دکن صفحہ (۹۰۲) [2] گلزار اعظم میں "تبر الاخبار" لکھا ہے

افکار را بیں سوزش نالۂ عاشقانہ می کشد ۔ ؎

گفتم کہ "دل بروئے تو بستم" بخندہ گفت ۔ "ایں تازہ شاعریست کہ مضموں بستہ گفت"

ایں نقش نام روشنت آں گونہ خوش سواد ۔ کز حرف حرف سرمہ بچشم نگیں کشد

گرمیٔ عشق تو زد در دل ما شاد آتش ۔ خانہ ام کرد چو آتش کدہ آباد آتش

صد زباں میکند از شعلۂ پر سوز بلند ۔ از غم سوختگانست بفریاد آتش

خستۂ عشقم و ہر چارہ گرے بد تشخیص ۔ رنج من گفتہ دگر یک مرض و صد تشخیص

دست برداشت ز من بوعلی سینا ہم ۔ طلبش نبض مریض تو کند رد تشخیص

بر زلف تو حال دل شیدا کہ کند عرض ۔ سرگشتگی رقیب بلبلی کہ کند عرض

بلب رسیدہ ز سودائے ابروت دم تیغ ۔ دلیل قوت ضعف است قامت خم تیغ

بار کسوت برنتابد ار شکست روحی ہم ۔ بس بود ہم چو سخن تار نفس پیراہنم

می زنم بعد شہادت دم شاہی از خوں ۔ مشہدم راست سحر مہ دماہی از خوں

چشم نشو خفتہ از کشتن عشاق ملول ۔ نشود سیر بلے مردم سیاہی از خوں

دیدہ بیدار تو از اشک در اردشت وتہو ۔ چوں قلندر ستمریان بلے نماز و با وضو

در دلم ابروان تو تیغ دو و نیام یک ۔ غمزہ بہر دو چشم تو تیغ یک و نیام دو

بر سر راہِ آں صنم طرح نماز افگنم ۔ سجدہ بنقش پا کنم کار یکے و کام دو

محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن مؤلفہ مولوی عبدالجبار صاحب آصفی

حصہ دوم صفحہ ۸۵۳ مطبوعہ ۱۳۲۹ ہجری

عشق: حکیم عبدالباسط عشق تخلص، عبدالباسط نام، حکیم الممالک خان بہادر



ز جهل و شرک میبر سید شرع و دین مرا | کنم نه سجده بجز عقل آفرین مرا

طفیلِ احمدِ مرسل امیدِ بخشش هست | وگرنه بیم چه کردے دلِ حزین مرا

محبِّ آلِ محمد منم چو اصحابش (رض) | نفاق پیشه بدل ره دهی چه کین مرا

کتاب و سنت و فقه است مایهٔ دانش | که حق فزوده ازیں علمها یقین مرا

سپاس هادیٔ مطلق ز جوشِ بدعتها | تزلزلے نشده فکرتِ متین مرا

بداں صفت که رحیمی خدائے بے ہمتا (قطعه) | شفائے مردہ دلاں ساز دردِ دین مرا

دمِ شهادتِ عشقِ تو میزنم هردم | دمِ مسیح بگرداں دمِ پسین مرا

زبان و دست ندارم ز کفر بالطاغوت | نگاهدار تو ایمانِ کمترین مرا

مقربانِ ترا خاکِ راه باشم و بس | ادب چو سرمه کشد چشمِ دوربین مرا

وجود را ز شهودِ تو باز نشناسم | مرا بخلوتِ وحدت مکن قرین مرا

بدادِ دل نرسد گریه‌ام اگر اے عشق
که تخمِ تو به کند سبز سرزمین مرا

آپ کے باقیات الصالحات سے خیر خواہ قوم جناب ملا عبدالقیوم صاحب و مولوی عبدالحی صاحب و مولوی عبدالسلام وغیرہ ہیں۔ ملا صاحب ۱۳۲۵ھ[1] میں فوت ہوئے۔ اور عبدالسلام مجذوب بھی فوت ہو گئے۔ مولوی عبدالحی سلمہ اللہ تعالیٰ یادگار باقی ہیں۔ ملا صاحب[2] و مولوی عبدالحی صاحب کا تذکرہ آگے ذکر کیا جائے گا۔ آخر عشق، صاحب ترجمہ نے سنہ ۱۳۰۲ھ ہجری میں اس دار فانی سے بعالم جاودانی رحلت کی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اور آپ کی رحلت کی تاریخ آپ کے برادر زادہ مولوی عبدالواحد صاحب صاحب نے کہی۔ وَھُوَ ھٰذَا۔

حضرت عشق آنکہ بفضل و شرف
بود گرانمایہ و والا گہر

در شنبہ پنجم ربیع نخست
کرد ز دنیا سوئے عقبیٰ سفر

شکل گریبان بغمش خلق را
ہم دل و ہم سینہ شد و ہم جگر

واجد ما سال وفاتش نوشت
حادثۂ عشق جہان ہنر

۱۳۰۲ھ

اشعار وہی لکھے ہیں جو گلزار اعظم میں ہیں۔ اس لئے نقل نہیں کئے گئے۔

---

[1] صحیح سنہ ۶ رمضان ۱۳۲۴ھ ہے [2] شعرائے ترکی صفحہ (۱۳۱)

۳

بجائے اشکِ دل آید بچشمِ گریانم
که تا نظاره کنم یارِ دلنشین مرا

نگارخانهٔ چین و نگارِ من هیهات
ببین به دیدهٔ انصاف آن و این مرا

بتارِ گیسوے جانانِ من گره بندید
که رشته نگسلد از وے دمِ پسین مرا

بدستِ من چو صدف گوهرِ مراد آمد
گرفته است عرق شرم یاجبین مرا

همیں ز حسنِ دلارائے او بود مشهور
کرشمهائے دگر هست نازنین مرا

مباد آب شود سنگ تو ازاں ترسم
بدل نهفته چه داری شرارِ کین مرا

بغیرِ سجدهٔ شوقت ازاں بریزد هیچ
هزار بار زفشانند اگر جبین مرا

نهان ز شرم [1] آسمان اینکاش
نقاب برفتد از روئے مهِ زمین مرا

بمهرِ حسرخ ز چشمِ منش چو بردارد
زند بشمع دلِ زار آستین مرا

دلا تو پیشه بکن صبر و دم مزن هرگز
که صلح دیر بود زود خشمگین مرا

شهیدِ عشقم و تابوتِ من بدوشِ ملک
ز اهلِ عرش کنی گوش آفرین مرا

ز مکر و حیلتِ او می برم پناه بخدا
که راهزن بود این نفسِ شوم دین مرا

منم ز هرزه درایان و او سخن سنجے
قرینِ من نکنی عشق بے قرین مرا

جگر خراشِ مکن جانِ آهنین مرا
که خامه از رگِ خود بس بود نگین مرا

چراغِ داغِ شبِ هجر روشن است بدل
فتیله آه بود جانِ آتشین مرا

---

[1] اصل مسودہ میں یہ الفاظ محو ہو گئے ہیں۔ غالباً "مشو رما" ہوں گے ۱۲۔

حنا کہ بست کفِ شوخِ نازنین مرا — کہ بر زدست بخونِ من آستین مرا

منم کہ از تلفِ عقل و دینِ خود گریم — ازیں چہ غم بود آشوبِ عقل و دین مرا

اُمید ہست بدامانِ خود رساند یار — فتادہ است ز دُنیا چو آستین مرا

بمہرِ داغ رسیدہ است محضرِ رُوشن — کہ بعد ازیں نکنی رد دلِ حزین مرا

ز باغِ غنچۂ دل وا نگشت جذبۂ شوق — رساں تو غیرتِ گل رشکِ یاسمین مرا

اگرچہ آب بود از صفائے گوہرِ خویش — تو نقشِ سنگ بداں شعرِ دلنشین مرا

چگونہ دردِ خود اے عشق دل تو گوید
امانتی ست کہ لب بست ازاں امین مرا

ز چشم بستہ دلم دید مہ جبین مرا — چہ دُر دریں کف آمد صدف نشین مرا

ز بس بشوقِ کسے میبردم ز خود پنہاں — خبر ز رفتنِ من نیست ہم نشین مرا

چو دید راز دلم چشمِ کم نگاہ کسے — ندید با تو چرا حالتِ مبین مرا

عیاں ز جبہۂ مہر داغ را کہ می بینی — نشانِ سجدہ بود کوئے مہ جبین مرا

نہ صبر آں کہ بدل خوں کنم گلِ مضموں — نہ تابِ حرف و سخن خاطرِ حزین مرا

سخن بہ تلخ مذاقانِ دہر میگویم — ز بسکہ با ز ندانند انگبین مرا

کنوں سزد کہ بناز آستیں برافشانی
گذاشت عشقِ تو بر دیدہ آستین مرا

ز گردِ کلفتِ غم نیست چیں جبین مرا — کہ برکشیدہ برو صبر آستین مرا

نشستنی بنود هیچ گه زمین مرا — فلک بزیر قدم گرد کمترین مرا

بزار نالی او بسکه خنده زن شدگل — چه شادیست بخاطر دل حزین مرا

سخن بوصف لب نوش کیست حیرانم — که ردح قدس مگس گشت انگبین مرا

زبسکه آب شد از گریش دل پیکان — گذاشت تیر ستم زخم سهمگین مرا

زخاکساری من سبز سر بلندیها — نبوده تنگ غبار رسے بسر زمین مرا

منم که باغ گل داغ حسرتم یکسر — زخار خار دلم سبت خار چین مرا

مژه بهم چو زنم می پرد چراغ از چشم
چه نور عشق بود چشم حسن بین مرا

شراب چهره فروزد چو مه جبین مرا — نگاه دود کند چشم شعله چین مرا

بطاق ابروی جاناں دلم چو دیده کشود — نمود بتکده چین حرم نشین مرا

چه گویمت که براه وفا چساں رفتم — دلم گرفته بیار و جگر ببین مرا

فلک بترس که سوزد نه ماه را خرمن — شراره که بود آه آتشین مرا

سوال بوسه ازاں لعل بے بہا کردم — بخنده گفت مگردان سیه نگین مرا

شنو که درد نگیرد بگوش دل مشنو — فغان سرد حزین اثر قرین مرا

مپرس حاصل کد یمین ز ناکاماں — که جوش آبله تر دارد آستین مرا

عروج طالع واژون من نزول آمد — ببین بزیر زمین چرخ هفتمین مرا

سله دست ربیع (دکھرالعم) ۱۲

چہا خمار بسر داشت نرگس مستش | مدام می کشد اکنوں شراب کین مرا
ببرد قصۂ فرہاد خواب شیرینش | کہ گوش کردہ بہ حالِ ابن حزین مرا
کلاہ مہر و مہ از فرق آسماں افتد | کند نظارہ اگر اوج سرزمین مرا
ز دست رفتہ دل پارہ پارہ ام بنگر | بحلقہ حلقۂ زلفت نگین نگین مرا

زشعر پُر اثرم عشقؔ آنچہ ہویدا شد
دعائے حضرتِ فاروق[1] برگزین مرا

زخشم چین بجبیں نیست نازنین مرا | کہ نازِ غنچہ و سر پیچ[2] است گل جبین مرا
چو مہر داغِ جنونم زبس فروزان است | چراغ مطلع صبح است شب نشین مرا
چو بارہائے غمت خفظِ شہر دل باشد | کشد چہ فوج ہوا باز سنگ چین[3] مرا
ز عجز فہم چہ اعجازہاست یاراں را | کہ بستہ اند لب سحر آفرین مرا
دلم ز سادگی جہل خویش پرکار است | کہ رونقے بنود از ورق نگین مرا
کجا چو سروِ قدش سرو بوستان بینم | نظر بلند بود چشم دوربین مرا

جدا ز حضرتِ فاروق تا شدم اے عشقؔ
زیاد رفت سخن خاطر حزین مرا

---

[1] ۔ خان عالم خاں بہادر فاروقی اُوسا و صاحب دیواں ۱۲ ۔

[2] ۔ برگرمدہ ۱۲ ۔ [3] سنگ ہائے برکمدیگر چیدہ کہ بصورت قبہ سازند برگرد آبادی ظاہر و حمد سہ
سختی کشان عشق را آفات انیسند ۔ اُس سنگ چین ہمیشہ دلا در حصار باش (امداد)

نگہ بزلف و رخ و قد و آن تنِ نازک — بہارِ سنبل و گل سرو و یاسمین مرا
زبان کشایم و بر سامعان نہم منت — کہ آفرین بہ چنین ست آفرین مرا
دماغ فکر بعرشِ بریں چگونہ رسید — نہ بحرِ شعر بجو بند سر زمین مرا

نگاہِ شوق نہ پا بوس حسرتے باشد
گہر بدست بود عشق خوشہ چین مرا

بعد از ہمیم مکن از خویشتن اے یار جدا — بود آہ جدا از من دل بیار جدا
شور شیرینی تو تازہ کند در عالم — نمکیں چہرہ جدا لعلِ شکر بار جدا
پردہ بردار و بیا حرف بزن میکشدم — شوقِ دیدار جدا حسرتِ گفتار جدا
می کشد بلبلِ دل را بتماشائے چمن — سنبلِ زلف جدا آن گلِ رخسار جدا
باغِ نظارۂ من آبلہ پُر خار است — تا تو اے گل نشدی از دیدۂ خونبار جدا
ہمیں بر چشم آہ زمین می لرزد — خرچ زن بر سرِ من گنبدِ دوّار جدا
دیدہ از دیدن او سیر نگردد ہرگز — چوں تواں ساختن از حسرتِ دیدار جدا
لالہ زار بود با دِ بہار دیگر — خار خارِ دلِ بلبل شدہ گلزار جدا
ریاب حرمِ وصل نگشتم یک بار — بار بر دل بنہم بہر چہ ہر بار جدا
ال ندارد دلِ من باز برائے چہ کشد — ابروش تیغ جدا زلفِ سیہ مار جدا

سر زغم بر در و دیوار زدی عشق چہ سود
در بہائے تو جدا افتد و دیوار جدا

ملک جبین نهد و مهر سجده اش سازد / فلک خورد نه همین مهرهٔ زمین مرا

نه بحرِ شعر ز سوزِ دلم فتاد آتش / زمین سوخته بینند هر زمین مرا

نمانده جائے سخن هیچ دم مزن با عشق

بخامشی ست سخن حرفِ آفرین مرا

ببین بهارِ دلِ عجز آفرین مرا / گل فتاد گیم سرو شد زمین مرا

بدیده اش چو قرین کرده ام همی بینم / که تار تار ز رگ‌ها براست آستین مرا

تو بعدِ کشتنِ من هم ز کین نمی گذری / زبانِ تیغِ ستم گوید آفرین مرا

فلک ز اخترِ تابان هزار چشم گشود / که رو بینے بکند ماه سرزمین مرا

هزار فتنه بپا می شود و میکه شود / بخاکِ من گذرے حشر آفرین مرا

باستانِ تو نازم که روکش مانی است / نگار خانهٔ چین می کند جبین مرا

فسونگریست قیامت دلِ ستم کشِ من / نیاز مند سجود کرده نازنین مرا

ز مذهبِ همه عالم جداست مشربِ من / محبتے قبول خدا کرده است دین مرا

بخاکساریِ من عشق بین و گردشِ من

که آسمانست غبارے رهِ زمین مرا

اگرچه طرفه بود اشک آتشین مرا / که داده است بخون خشتن آستین مرا

بزلفِ خویش بزن قلبِ آتشین مرا / سوار حلقهٔ پُر دود کن نگین مرا

نه بسکه حسرتِ من داغِ یک چمن دارد / بهار وقف بود جیبِ آستین مرا

هست برم ای چشم نم، بگذاشتی شادی و غم
از خانهٔ دل و میدم شستی خس و خاشاک را

ساقی دوران بدو، نوبت بگردش کی رسد
این خاک بر باد هم خورد، آتش که آب تاک را

بردل کدورت شد بلا، ساقی دوائے من کجا
باشد زمے بخشم جلا، آئینهٔ ادراک را

ساقی بمزد بندگی غم را چنیں یابندگی
بے مے چه باشد زندگی خواهم خورم تریاک را

گر در بقا و مسا زِمن برجاں کشد صد تا زمن
ای طفل خاکلب باز من برباد کن این خاک را

عاریگرِ دنیا و دیں، آں ماه شد تابزمیں
صد فتنه گردِ راه بیں، آں قامتِ چالاک را

از مژهٔ حسرت کشاں، صیدِ ترا بنود نشاں
بنیم چشمِ خونفشاں، هر حلقهٔ فتراک را

ای دل مرا هر روز و شب، زهر رسد زاں قندِ لب
خود عشق گشتم زیں سبب هرگز ندارم باک را

آزاد می کنی ز الم پائے بند را
ظالم! بکش ز گردنِ عاشق کمند را

گر واکنی بحرفِ لبِ نوشخند را
دیگر سفید و سرخ نه بینیم قند را

باکت مباد از گلهٔ ناپسندِ ما
صد بند می نهی بزباں چوں سپند را

برخندهائے زخمِ دلِ زار ویدنیست
در بوستاں گذار گلِ هرزه خند را

زانساں نه بسته که توانی کشاد باز
واکن ز پائے بندِ محبت کمند را

با ناله در آتشِ شوقِ تو جاں دهم
فرصت یک آنِ بیش نباشد سپند را

از زلفِ تابدار و نگاهِ حیا شعار
زیر و زبر مکن همه پست و بلند را

ای مهر رخت مطلع انوار یقین ها | ای سلسلهٔ زلفِ تو شیرازهٔ دین ها

ای آئینهٔ سجدهٔ شوقِ تو جبین ها | ای دیدهٔ مردم به رهت خاک نشین ها

ای شادیِ عشاق کجائی خبرت نیست | در گریهٔ زارند ز دردِ تو حزین ها

بهر دلِ وارسته چه امید کشاد است | داری رسنِ زلف پئے نیش کمین ها

مثلِ تو ز خوبان نشنیدیم و ندیدیم | بسیار بدیدیم و شنیدیم از این ها

هم چشم نه ریزد ز جبینِ تو نزاکت | چون جوهر آئینه نمایان شده چین ها

حسن است که کارِ نگه از گوشه بگیرد | سرگشته بهر سوئے ز تو گوشه نشین ها

از ابرو و چشم تو دلم چون ببرد جان | مژگانِ کمان دار کشادند کمین ها

ای دل غمِ تنهائیم از چیست بهجران | دارم ز محن طرفه بهر لحظه قرین ها

زان مُهرِ تبسم بلبِ زخمِ خود ای دل | خالی همه خاتم شده زالماس نگین ها

فرصت نشدش تا بشود قوتِ روانم | یاقوت لبش هیچو روا زبسکه کین ها

کلکِ تو بود عشق رگِ ابرِ بهاران

در شعر چه سرسبز نمود است زمین ها

زین گریهٔ زار و قلق زان منِ غمناک را | خونِ دلم رنگِ شفق شد دامنِ افلاک را

دادم دلِ صد چاک را ای بهره از ادراک را | آن نرگسِ بیباک را آن غمزهٔ سفاک را

دیدار دارم آرزو بستی نظر از چار سو | پر خون کنی تا کی بگو این چشمهای پاک را

در ہائے شادی جانِ من بنگر مرا در پیرهن | دارد بدستِ خویشتن زان صبح هم یک چاک را

خوش الوداعے میکنم ہر شب بہجراں خواب را
بنگر صدف گردیدہ چشمم گوہرِ سیماب را

بنگر لطافِ ابروش جانِ منِ بیتاب را
قندیلِ دلسوزیکہ روشن می کند محراب را

آئینہ دار خاک کردی چشمۂ مہتاب را
از من جدا یا رب مکن آں مہرِ عالمتاب را

پیشِ بصیرت سربسر فرقِ نگاہ و آہ نیست
تا دیدۂ مشتاق کردی ہر دلِ بیتاب را

زہّاد و رنداں ساقیا مست شرابِ بیخودی
کز چشم و ابرو ساختی میخانۂ محراب را

از چشم کم بیند چرا صیدِ دلِ افگارِ ما
ترکی کہ دارد در کماں تیرِ نظر تاب را

سیر لب با مے بکن شب طفلِ شوخِ نازنین
شیر و شکر یکجائے باشد ساغرِ مہتاب را

ایں ہمہ دستِ چرخ بیں آزردہ ناحق میرود
گر آبِ غیرت میکشد راضی کنم دولاب را

حیرت فروشی میکند تا پیشِ روئے دلبراں
آئینہ داری می نماید دیدۂ فتح باب را

آں شعلۂ سیماب بیں نیرنگ سازِ عالم است
آتش زند در دل مرا از دیدہ ریزد آب را

فیضے ز صحبت بردہ ام راہ الیقین پیمودہ ام
زانرو بجانِ خویشتن دارم عزیز اصحاب را

در کشتیٔ دل عشق چوں با ز خطر ہا می کشم
من ساحلِ امن و اماں انستہ ام غرقاب را

زلفِ سیاہش می برد از دل قرار و تاب را
واں نرگسِ مخمور از چشمم رباید خواب را

آزردہ نتوانم کنم چوں خاطرِ احباب را
گر مے نباشد میکشم از چشم و دل خوناب را

گہہ موجِ دریا گشتہ ام ماندم گہے گرداب را
بسیار کردم جستجو آں گوہرِ نایاب را

سیرم نسازد شربتے سوزد ہمہ لب تشنگی
کز لعلِ جاں بخش کسے خواہم کشیدن آب را

غم را فدائے کشتۂ شوقِ تو دیدہ ام — قربان شدست عید بجان گوسپند را
در جوئے شیر خونِ دلم آب میدہد — شیریں بکامِ من چکنی زہر خند را

دانی کہ عشق را بدل است آرزو ہزار
تا چند بر تو عرضہ دہم شوق چند را

ناصح روا مدار بر نداں گزند را — ضائع مساز موعظتِ سودمند را
دل دیدہ است از دہنت نقش نیستی — آبحیات جاں چکنی نوشخند را
چپاں قبا بآن تنِ ہمرنگِ جاں مکن — بر ما چہ تنگ ساختہ جانِ نژند را
صفرا فزودہ ایم نداری بکامِ ما — زاں غبغب و دہن بچہ نارنج و قند را
حیرانم از چہ غنچہ پہانانِ گلعذار — از خندہائے گل نگر فتند پند را

تقریرِ عشق از لبِ خاموش خوشتر است
برکش عناں کہ تند برانی سمند را

نازم خدنگ شوخ سوارِ سمند را — کز سینہ دور کرد دلِ دردمند را
در فکرِ من مباش کہ جان است نگسلد — با تارِ تو نیازِ منِ مستمند را
تا کامیاب چشم ز برقِ جمالِ اوست — سوز و سپند اشکِ علاجِ گزند را
توصیفِ سرو قدِ تو اے یار چوں کنم — بنود مجالِ سایہ چو فکرِ بلند را
یا رب چہ حیرت است کہ نادیدہ ام ترا — ماند نگہ بچشمِ ترم خار بند را
بیزار عالمے ز من از عشقِ تو شدہ ست — باشد کسی پسندِ من ناپسند را

کے زبید ادلبِ خاموشش ‏ ‏ ‏ از فغاں پارہ گلو نیست مرا
چارۂ چاکِ جگر تنگ دلی ‏ ‏ ‏ غنچہ ساں فکرِ رفو نیست مرا
خوں دریں بزم چو ساغر نخورم ‏ ‏ ‏ چشم بر دستِ سبو نیست مرا
برگِ گل از چمن رنگ کہ ام ‏ ‏ ‏ ہم زبالی کہ ز بو نیست مرا
در غبارِ روش ام تخمِ امید ‏ ‏ ‏ ریشہ در خاک فرو نیست مرا
چہ کند با تو چو آتش خوئے ‏ ‏ ‏ دل کہ از آہن و روئیست مرا
مطلبِ خویش بخود میگویم ‏ ‏ ‏ احتیا ز من و تو نیست مرا

غلُ بگردن منم از غلغلِ خویش
در جنوں عشق غلو نیست مرا

در ضمیرم چو جز او نیست مرا ‏ ‏ ‏ نفسے نیست کہ ہو نیست مرا
ہر چہ گویم نکند دل باور ‏ ‏ ‏ اعتمادے چو برو نیست مرا
سرِ من زلفِ تو گوئے چوگان ‏ ‏ ‏ گو مگو گوئے مگو نیست مرا
فرصتم نیست ز شکرت آید دست ‏ ‏ ‏ کہ شکایت ز عدو نیست مرا
چوں کنم طوفِ رخِ او من بذار ‏ ‏ ‏ ز آبرو آبِ وضو نیست مرا
پائے آں سروِ رواں چوں بوسم ‏ ‏ ‏ لب بکامم لبِ جو نیست مرا
بستۂ زلفِ تو ام میدانی ‏ ‏ ‏ ہیچ و تا بے سرِ مو نیست مرا

سلہ۔ یعنی شک استعمال کرد ۱۲ –

از حالِ زارِ من مپرس از بسکہ ماند جانِ من — دل ماہیِ بے آب را ابروے تو قلاب را

در خدمتِ او پیر گشتم طاقِ نیایش بہ بیں — زیں قامتِ خم می‌نمایم صورتِ محراب را

در بیقراری جاں سپردن بہتر و بہبودِ دل — چوں می فزاید قدر و قیمت کشتۂ سیماب را

گر صد ملامت میکنی از ما شکایت نشنوی — بر سازِ بے آوازِ ما ایجاں مزن مضراب را

تا گرم رفتاری شدم پائے طلب در خواب رفت — خار و خس ایں راہ ماند بسترِ سنجاب را

خوں در دلِ ناکامِ ما افسردہ ماند بسکہ دید — گرد رہِ ہر کوچۂ زلفِ تو مشکِ ناب را

شمشیرِ نازِ دلبراں دریائے تردستی بود — زاں قطرہ آبے نیست در چشمِ دشنہ قصاب را

سرگشتۂ شوقِ توام در بے سر انجامی خوشم — شد مدتے بدرود کردم عالمِ اسباب را

دیوانہ ات در کارِ خود بنگر چہ ہشیار آمدہ — ایں فہم و دانش کے بود در دہر اولوالالباب را

از طالعِ بیدار ایں دولت نصیبم کے شود — با زلف و روئے او کنم سیرِ شبِ مہتاب را

یا در علیخانِ[۱] بہا در فیض بخش عالم است — خورشید یا دریا بود نائب ہمیں نواب را

عقلِ سبک سر عاقبت عاجز نشد در جوشِ عشق

آرے خسی گیرد عناں چوں تند رو سیلاب را

چارہ زاں روئے نکو نیست مرا — فکرِ جا نکاہی خو نیست مرا

نشدی مشتِ غبارم برباد — گر سر آں سر کو نیست مرا

دم از اں زلف زنم نتواں گفت — بر زباں آمدہ مو نیست مرا

۱؎ یتیمہاب جنگ مختار الدولہ اعجاز الملک ولادت سنہ ۱۲۴۶ھ سنہ ۱۲۸۰ھ میں صدر المہام ہوئے سنہ ۱۳۱۳ھ میں علیحدہ ہوئے سنہ ۱۳۲۵ھ میں انتقال کیا۔ ۱۲

بهارِ گلشنِ الفت بوَد نیرنگِ یک رنگی
که بو گردید عشقم از گل جستن و زیدن را

دلم را کی مکدر میکند آئینهٔ رخساری
جو اصحاف دانم تا نهاں من دریدن را

شدم چون دیده در رهِ کسی تا بر بیدلی ببرد
که چشم کور باید روی دل از خلق دیدن را

براهِ دوستداری رهبرِ کامل کسی باشد
که داند منزلِ اوّل منزل تا رسیدن را

چرا پاسِ نفس سرور هوا دارد ترا ای عشق
نیرزد این چنین یا در هوا تار تنیدن را

مشو از خانه در صحرا از صحبت یار رمیدن را
که وسعت بیشتر باشد بکنجی در خزیدن را

اگر خواهی کنی ممنون گفتارت شنیدن را
فنا کن خود پسندیها معانی آفریدن را

منوّر می کند خورشید روشن چشم دیدن را
حدیث او نماید پر گهر گوشِ شنیدن را

نباشد طاقتم دانی چه دستا از تو کشیدن را
تهی دستی مرا بر سینه از دل بر چیدن را

نبوده گرچه بخشی در میان گفتن شنیدن را
کشیدی رو ز من و ابهم جهان بر من کشیدن را

بهارِ غنچهٔ امّیدِ دل گل کرد از داغش
هوا آمد این چمن از بس نمیداند و زیدن را

بهر دم آتشِ شوق تو با بدل تیز تر باشد
ازاں آبے که گردد در دهن نیِ ان لیکیدن را

من سنبیده پا تا کے نیایم هم گل چا کے
جنون دستی عطا کن جیب دامانم دریدن را

دلِ افگار محوِ خار خار او همی باشد
چه لذت ها بود شوخی نشترِ مژگانش خلیدن را

ز دلسوزی شود گر دیدهٔ تر آبیارِ تو
بهارِ رفته ات با بدل ز سر گیرد دمیدن را

نریزم آبروی خود دگر از گریهٔ خونی
که آبِ گوهرِ دل دارم از مژگان چکیدن را

تا ز خون گرمیِ گردون ستم — چه مئی کاں لبِ سبو نیست مرا

فارغ از چرخ به غرقابِ غمم — پشت بالی ز کدو نیست مرا

عشق در پردهٔ جان است نہاں — شرم زاں برہنہ[1] رو نیست مرا

سخنم عشق بود سرّ مگو

که زباں برہنہ[2] گو نیست مرا

ندانم بس ز بس ہر لحظه توصیفت شنیدن را — دلم بیچاره میخواہد رخ خوبی دیدن را

بروں از حدِّ دل نگذاشتم پاش کشیدن را — که سقفِ آسمانہا ناله میخواہد دریدن را

ز دل بسیار دارد چشمِ مشتاقم طپیدن را — که برقِ جلوه اش بگرفت بر مژگاں دویدن را

تغافل گوش بر آواز کم گوئی من باشد — که رنگینی لبہا دارد بگوشِ او کشیدن را

چنیں کز گریه ام فریاد دارد عالمے ہر دم — چه شورِ محشرے بگرفت از چشمم چکیدن را

ز بس ترسم کند زیر و زبر آن را نمی خواہم — بطاقِ ابروِ جاناں دل بتاب چیدن را

بجائے شیرِ طفلِ دل بود خونخوار خود ہر دم — که جز تیرِ جفائے او نمیخواہد مکیدن را

کجا بینم رخِ جاناں که رنگ و نبضِ من بگرفت — ز چشمِ من پریدن را ز ابریشم جہیدن را

ز ریز و دانه تا از سبحهٔ دلہائے مشتاقاں — بہر زلفِ چو زنّار رشته یده آب بریدن را

چو رفتن در پئے آہو نگاہے بود دشوارم — بچشمِ خود سپردم عاقبت کارِ دویدن را

سه ۱ - بے حجاب و کشاده روئے۔ صائب سے ہے نقاب جمال برہنہ روئی ہائے حمو تستی تو رہاں بند کا محوئی ہا ۱۲ (امداد رائح)

سه ۲ - صاف گو ۱۲

بشوق بامِ وصل وزدن پر اینچنین باید — که من افتاده ام از بالِ خود و گرد پریدن را
چه گنجِ شادمانیها بهر دم رائگان کردم — دل مسکین خود دیدم ز دستِ غم خریدن را

توانم عشق پُر کردن کنون دامانِ صد محشر
که خرمن کرده ام زین باغ گلهائے چیدن را

برقع کسے ندید مه و آفتاب را — بردار اے نگار ز رویت نقاب را
طاقت نماند در دل و جان اضطراب را — رحمی بحالِ ما کن و کم کن عتاب را
دل زندگانِ خواهشِ دیدارِ آن نگار — بدتر ز مرگِ خویش شمارند خواب را
از گلشنِ وصال بچیدی اگر گلے — رشکِ خزان شمار بهارِ شباب را
از لعلِ شکرینِ تو پُر شور شد جهان — باقی نماند لذتِ مستی شراب را
جز نقشِ داغ تو نبود هیچ در دلم — یک نقطه بیش نیست رقم این کتاب را
آسان مدان نزاکتِ وقتِ پیدا او — کردست داغ داغ دلِ آئینه تاب را
مستِ نظارهٔ تو مئے نور می کشد — خوش طالعے که کرد قدح آفتاب را
از دود آهِ من همه سقفِ فلک بسوخت — آتش بجرمِ من است چها این سحاب را
از جوشِ داغِ عشقِ تو رسوا کجا شدم — مانند خم از این ورقِ انتخاب را
وصفِ حضور پایهٔ رشد و عالم است — قل — شغلے دگر مباد جز این شیخ و شاب را
نوابِ مستطاب که لائق علی[1] بود — ۲ — دیوانِ منتخب همه رائے صواب را

---

[1] ۔ سالار جنگ ثانی، منیرالدوله مختار الملک عماد السلطنة خلفِ اکبر سالار جنگ اعظم، وزارت از ۱۳۰۱ تا ۱۳۰۴، رحلت ۱۳۰۶ھ ۱۲

ز داغ خود دلِ ناشاد از بس دیده ور گردید | ز چشمِ نیم باز ار نخواهد باز دیدن را

گرفته رنگ از لفظِ کهن صورت نگر فکرم | بروے صفحۀ معنی ز تو نقشے کشیدن را

نگردم شکوه سنجِ سامعانِ شعرِ خود هرگز | که فهم کند خنجر شد زبانِ من بریدن را

چه بودے گر همیں عشق مرغ نامه بر بودے
بایں حسّی که دارد طائر رنگم پریدن را

بهارِ گفتگوئے او چه رنگیں کرد دیدن را | گلِ سیرِ چمن حیرت دیده ام گوش شنیدن را

نمی آرم و هم از دست دامان طپیدن را | که سامانے ازیں بهتر ندیدم آرمیدن را

بشوقِ لعلِ جاں بخشِ کسے از بس سیه مستم | کبابِ آتشِ ایں مے کنم ذوقِ چشیدن را

چه غم گر طاقتِ رفتار زند ز ناتوانی شد | دلِ سر گشته دارم براهِ او دویدن را

بهارِ شوقِ من یارب چه نیرنگِ دل آرا است | بدل صد خار میدارم گلے زاں حسن چیدن را

مئی نازش و داغش ز رساند گر چنیں پیهم | کجا مهلت دهد او را اجالِ من رسیدن را

حجابِ جلوۀ جاناں ز من آسوده پنهان است | دو چشمِ خود تصور کرده ام دیدن ندیدن را

زبس فریاد هر دم از دلِ بے مدعا دارم | چه رنج از من شنیدن را چه زحمت نا شنیدن را

بصحرائے محبت جوشِ اُنس دیدنی دارد | دریں وادی بدستِ رم دهد آهو رمیدن را

مئی غم در نگنجد جز دلِ تنگِ من سرمست | چه داند هر تنک ظرفے چنیں دریا کشیدن را

رسیدن تا بمنزل میتواں آهسته آهسته | نداند تیز رفتارے رهِ الفت بریدن را

اسیرِ او نیفتد هیچ گه در بندِ آزادی | که دارد در گره هر حلقۀ دامش رهیدن را

الٰہی تا بود حسن و محبت در جہاں باقی (۴) بروئے شاہ دو دیواں ہزاراں باب بخشا
برائے خانہ و سامانِ آں غمگیں شوائے عشق
دہانِ التجا پیشِ شہ حاجت روا بخشا

باشد دلم چراغ شبِ زلفِ یار را — روشن چناں ندید کسے مہرہ مار را
شرمندۂ نیاز کنم ناز یار را — تا پرسشے کند منِ زار و نزار را
از دور و آسے زود کہ بر باد می رود — جان و دل حزیں کہ بدارم نثار را
بر چشم ماست وقفِ تماشائے ایں چمن — گل چوں چہ کنی تماشا نسیم حنار را
دانم بپا نہ پایۂ ایں زندگی بود — ایں سقفِ بے ستوں نہ سزد اعتبار را
در چشم آں کہ یار دریں خانہ می رسد — رفتیم جلگی ز دل خود غبار را
در شہر بس کہ شکوۂ ما را جواب نیست — کردیم ہم کلام کنوں کوہسار را
در سوز عشق بس کہ بود زندگی دل — ز آتش جدا مساز دمے ایں شرار را
پیر فلک سزا است کہ در کجروی خویش — ساز د عصائے عقل اگر پیشکار را
نواب منتظاب کہ لائق علی بود ق — دیوان نامدار شہ کامگار را
از عقل و عدل دراہ نگر برخورد کہ او ۲ — صد افتخار ہست از دور روزگار را
از لطفِ خواجگی چہ بعیدست گر نواخت
مانندِ عشق بندۂ خدمت گزار را

ے ۔ یہ غزل ایک پرزہ سے (جس پر بطور مسودہ کے پنسل سے لکھی گئی تھی) بڑی مشکل سے نقل کی گئی پھر بھی دو تین مصرعے پانی ٹپکنے کی وجہ سے مٹ گئے تھے جو پڑھے نہ جا سکے ۔ ۱۳۰

یارب از یں وزیر و از یں شاہ زود کن (۳) آباد ملک و ہر دل و جانِ خراب را

لب بستہ پیشِ آں بتِ نازک مزاجِ عشق

دادم شرحِ درد و غمِ بیحساب را

بکارم عقدہائے مشکل کشا گویم کرا بکشا — بمحض فضلِ خود ایں عقدہا را ایخدا بکشا

خطِ شوقِ مرا نخشودہ دار اے یار یا بکشا — بہ پیشِ قاصدم سربستہ حرفِ مدعا بکشا

جنونے خوش کن و سر پنجۂ مہر و وفا بکشا — برنگِ صبح چاکِ سینہ تا اوجِ سما بکشا

ترا از نورِ تو بینم چو بندد بیکار چشمِ من — ز پیشِ روئے من ایں پردہ ہا سوا بکشا

ز سودایت جہاں شند تا رہ بر مردم سر گردم — بکن یک جلوۂ شوخی و بختِ دیدہ را بکشا

تغافل بندِ پائے بیقراری ہائے من تا کے — گریزاں صبر تا گردد رہِ جور و جفا بکشا

نشانِ کافری در گردنم تا رفِ نفس باشد — مسلماں میشوم اے شیخ زنار مرا بکشا

چو من بیمارِ آں چشمم بفکرِ چارہ گر تا کے — کتابِ طب بجو باشائے و صندوقِ دوا بکشا

کشادِ دل ہوس داری منشو در بندِ مقصودے — دعا گوئے محبت باش و قفلِ مدعا بکشا

چو از آوارگی مانع ترا عقل و ادب بینم — بینم دیوانہ چوں گویم کہ زنجیرت ز پا بکشا

نگاہِ رحمتِ او چارۂ دردِ دلم داند — نسیمِ صبح را گفتن چہ حاجت غنچہ ہا بکشا

مترس از مفلسی چوں دستگاہِ شاعری داری — ق ۱ — بمفتاحِ زباں قفلِ دلِ اہلِ سخا بکشا

بزیرِ ہر بنِ مو گر بود چشمِ ہنر بینت — ۲ — بروئے روشنِ لالؔ علی نواب بکشا

ز بس شاہِ دکن مقبولِ حق شد ہم وزیرِ او — ۳ — اجابت میکشد منت لبِ دستِ دعا بکشا

چنان از جلوهٔ شوخی شبستان روشن است امشب — که هر سرو چراغان رشکِ نخلِ ایمن است امشب

بکامِ خود گل از شاخ گلی از بسکه می چینم — بهارِ آرزو خندان لِ من گلشن است امشب

کجا گنجد ز بسیاری بدامانِ سحر آخر — گلِ عیش و سرورِ من که خرمن خرمن است امشب

شبِ عشاق را نبود سحر اما ز روی او — ز هر شبنم نمایان نورِ صبح روشن است امشب

پریشانی بجمعیت کشید آخر بحمدِ الله — دلِ خسته گرو یارا ز زلفِ جانان مسکن است امشب

ندارد شمع هم یارای درین خلوت که من دارم — چراغ مطلبم را تر زبانی روغن است امشب

خبر از جان و تن اصلا ندارم در وصالِ او — که با جانان همین نسبتِ جان و تن است امشب

خیالِ یار خوابِ وصل بنماید مرا هر دم — زلیخا با مهِ کنعان بیک پیراهن است امشب

بود زلفش بدستِ من بجای نامهٔ اعمال — که پیدا صبحِ محشر زان بیاضِ گردن است امشب

منور دیدهٔ بختم بود از کحلِ بیداری — که یار و دوست دشمن حملهٔ دشمن دشمن است امشب

چه میسوزد که جانان همدم و دمسازِ من گردید — نفس بر شمعِ جانان عنبرِ بادِ دامن است امشب

منش دارم چو مصروفِ نیازِ بی‌نیازی عشق
بخوابِ ناز او بیداریم پهلو زن است امشب

ناله‌های بی‌اثر حاجت روای عندلیب — از گلِ مقصود بر دستِ دعای عندلیب

رنگ و بوی گل نمایان در نوای عندلیب — شد هوای نوبهار آخر نوای عندلیب

سایهٔ گلبن بود ظلِ همای عندلیب — می‌نماید شاخِ گل تاج و لوای عندلیب

عشق را دل دادن از بس کارِ حسن افتاده است — تر زبان هر برگِ گل بین در ثنای عندلیب

زاہلِ دنیا روشِ ملت و ایماں مطلب — کافرانند دریں دیر مسلماں مطلب

خواہشِ وصل مکن صحبتِ جاناں مطلب — باتش آسودہ و لا آفتِ ہجراں مطلب

سینہ در بیخودیٔ خویش ہمہ چاک زدم — از من اے دستِ جنوں تارِ گریباں مطلب

تا مکدر نشود دل چہ صفا می جوئی — گر بظلمات نۂ چشمۂ حیواں مطلب

زلفِ درویش نگر و دل زندہ بیدار — کافرِ زلف بشو جز رخش ایماں مطلب

خونِ یکرنگیٔ دل جوشش زندہ از بویش — جز گلِ نغمۂ بلبل ز گلستاں مطلب

وحشت آباد ہمیں دشتِ دلت می باشد — گر تو سر گشتۂ قیس بیاباں مطلب

در رہِ شوق اگر سر بسلامت باشد — سودِ سودا بکن و کار بساماں مطلب

نور در دیدۂ مشتاق نماند ہرگز — فرصتِ دیدن ازاں صاعقہ جولاں مطلب

درمیاں نیست کنوں چوں سخن بوس و کنار — دل مخواہ از منِ ناکام و دگر جاں مطلب

سوختن مطلبِ دل در غمِ ہجرش باشد — نامۂ شوق مرا جز شرر افشاں مطلب

ایدل از ماندنِ بسیار زکس بر گردید — میوۂ مطلب ازاں سرو خراماں مطلب

بخت گر یار شود عشق ترا در ہر کار
حسنِ بلقیس طلب تختِ سلیمانی مطلب

بہ بزمِ میکشی چشمم چراغِ روشن ست امشب — کہ مستِ نازِ من بیگانہ از خود با من ست امشب

نہ بیتابی بدل دارم نہ بر لب شیون ست امشب — کہ زلفِ دو ہمش اند و من برہمن ست امشب

طرف با مہرِ عالمتاب یکسر روزن است امشب — کہ مہرِ دے درین کاشانہ پرتو افگن ست امشب

عاشق و معشوق همراز ند و هم آواز هم / پردهٔ گلبانگ می باشد صدائے عندلیب

بسکه از صیاد گلچیں نیست خالی ایں چمن / آں بلائے گل برآمد ایں بلائے عندلیب

گر بود گوش گل و پیر حرم باشد باغباں / پس چه حاصل زیں همه شور نوائے عندلیب

در رهش سازد فدا هر لحظه جانِ تازه / چوں نسیمِ گلشن آمد جاں فزائے عندلیب

جلوه در گلشن نمود و شد گرفتار قفس / آشیاں خوش بود جائے آرزوئے عندلیب

دشمنی با یکدگر لازم بود در عاشقاں / عندلیبے کس ندیدست آشنائے عندلیب

عاشقاں را شادئی غیر از غمِ معشوق نیست / خار خارِ گل بود درد و دوائے عندلیب

گر هوس داری دلِ خود را کنی در باغ گم / نازِ گل آں سو ببیں ایں سو نوائے عندلیب

رنگ می ریزد بجائے خوں بهر سو اے عجب / گرچه ایں بزم ست میدانِ وغائے عندلیب

عشق را در مجلسِ پریاں که دید و ایں نگفت
در چمن خالی مبادا گاه جائے عندلیب

نماید از چراغاں بسکه رشکِ لاله زار امشب / بقدرِ چشمِ انجم میں ید دل داغِ بهار امشب

گدائے ماهرو در پرده دارد جلوهٔ فردوسی / بجائے مشک بر هر داغ تن شد نوربار امشب

گرفت از من کنار آں بحرِ خوبی تشنه من بودم / مقرر بود گوئی از پئے بوسِ کنار امشب

چه خوش خوابیکه بختِ من به بیداری همی بیند / که صیادِ دلِ عالم مرا باشد شکار امشب

بدورِ ساغرِ ساقی غمِ دوراں نمی باشد / بنائے عیش و شادی می نماید پائدار امشب

اگر ضعفم نبردی جاں طفیلِ سخت جانیها / نزاکتهائے نازش را که کردم زیر بار امشب

گل اگر از خونِ دل رنگین کند پیراهنش — شد بپائے زرد و آہ او قبائے عندلیب

هرچه باد آباد شاخِ گل نشیمن کردن است — منتہائے آرزو و مدعائے عندلیب

عاشقی باشد گلِ داغِ غلامی بیگیاں — گشت رائج زین سبب بیعِ وشرائے عندلیب

دوستی گوئی که اینجا صلحِ دشمن بوده است — بازیٔ بیدرد مردم جنگہائے عندلیب

معنیٔ الفت نباشد غیر غفلت دشمنے — بگذرد در ذکرِ گل صبح و مسائے عندلیب

باز دارم نالهٔ پر درد او حیرت فزاست — صحنِ گلشن هست اگر دار الشفائے عندلیب

آشیان و دام و بستان و قفس ناسازگار — آه ازین آزار و درد و بیدوائے عندلیب

بود در دشتِ طلب سرگشتهٔ بیچارهٔ — بوئے گل گردید آخر رہنمائے عندلیب

سینهٔ صد چاک را ماند قفس گر بنگری — از فغانہائے اسیرِ بیخطائے عندلیب

خار بسیار است با گل زین سبب اندیشه نیست — از برائے عقدهٔ مشکلکشائے عندلیب

بسکه معنی ہائے رنگین گل کند از ذکرِ عشق
از صریرِ خامه اش بشنو نوائے عندلیب

گل بدستِ خود ندارد از برائے عندلیب — بینوا ماند گدائے با نوائے عندلیب

مشتعل گلشن بشد از شعلهٔ فریادِ او — آتشِ دل سوخت از سر تا بپائے عندلیب

بسکه ما هم دل بخوئے بیوفائے داده ایم — می برد از کار ما را نالہائے عندلیب

غنچه از گلشنِ اسرار باشد آن دہان — از تئے قلبانِ او بشنو نوائے عندلیب

در چمن آن غنچه لب رنگین بیانی چون نمود — گل ثنا خوان تر شد از مدحت سرائے عندلیب

پابند باد سایهٔ لطفش ز عدل و جود — لائق علی است خلق و خدا را رضا طلب

من مستحق خاص نوال عمیم تو
هر وقت و موقعی که بیابی مرا طلب

(مورخه ۱۹ ماه ذی قعده [illegible]ھ)

نه زیر سنگ مرا دست و پیش پا سنگ است — بلای چرخ بسر نیز بر ملا سنگ است

دلی بعاشق خود ده که دل ترا سنگ است — طبیب را دست چه سرکوب کرده دوا سنگ است

براهِ شوخی حسنت اگر حیا سنگ است — تو شیشه گیر بریں سنگ شیشه‌ها سنگ است

ز دردِ دوری آن خون گریست هر زخمم — تو دستِ سنگدلم طرفه ماجرا سنگ است

ملامت است جواب نصیحتم چه کنم — که بر فشانی نخل مرا جزا سنگ است

رسد ز دستِ بتی بسکه سنگ بر سر سنگ — بحیرتم که به پیشش مرا کجا سنگ است

صفاست واسطهٔ زور بر گران جانان — ز دستِ آب بفریاد آسیا سنگ است

نگاه در دلِ خود گر نمی کنی بارے — ببیں که آئینهٔ خوبی دل نما سنگ است

بگو بهار روان چشمها که می بینی — بسوز عشق کسے آه در بکا سنگ است

چه خوشنماست بدیده چه پرجفاست بدل — گہے که سیم ز بہر خود و بها سنگ است

دلی چو شیشه مرا مست نازکیست به بر — ملامتِ تو بمن تیغ بیخطا سنگ است

ز سرد و گرمِ شب و روز تا کجا نالد — دلست در بر هم آخر نه اینچنا سنگ است

بلی زمانه منم در صفاتِ شعر و سخن — بدست آمده اینک عجب مرا سنگ است

بدستِ همتِ صدرِ جهان نگاه بکن — که خاک زر بود و لعل بے بہا سنگ است

کسے جز شمعِ محفل کے نماید اشکبار امشب

بجوشِ مستئ شادی نباشد گریهٔ شادی

که هر تلخ تو باشد چون شرابِ خوشگوار امشب

کن دور گردِ حرص چو یا مشی صفا طلب   گر میکشی چراغِ دلِ خود هوا طلب

تا کے دلِ تو غنچهٔ باغ فسردگی   از آهِ سرد گرمئ فیضِ صبا طلب

دردِ تو قوت و قوتِ جانِ حزینِ من   این درد را چگونه توان شد دوا طلب

اندوهِ عشق را بدل شاد جاے ده   مهمان عزیز هست بعشرت سرا طلب

در راهِ شوق نقشِ قدم نیز رهبر است   اندیشه کن ز غولِ شور رهنما طلب

پاے طلب شکنجهٔ آزارِ خود مکن   هر مطلبِ تو از دلِ بے مدعا طلب

کامل عیار سکهٔ داغِ وفا نمایے   از یار و روزگار سراسر جفا طلب

بر سر فتاد بارِ بلا استخوان شکن   زنهار شرحِ آن ز منِ مبتلا طلب

دانی که دولتے بشهادت نمیرسد   در زیرِ تیغ سر نه و ظلِ هما طلب

دنیا و آخرت طلبِ عام مردم است   بیگانه شو ز خلق و مرادِ جدا طلب

خواهی وصالِ آن بتِ کافر اگر تو عشق   چون گویمت که مطلبِ خود از خدا طلب

برخیز عشق زود چه غافل نشسته   ق   دستِ دعا بر آر اثر شد دعا طلب

آئینه دارِ فیضِ خدا ذاتِ پاکِ اوست   ۲   از خاکِ پاے شاهِ دکن کیمیا طلب

هر مطلبے که هست بخواه از خدیوِ خود   ۳   اقبال از جناب ز فضلِ خدا طلب

بیم و امید در دلم جا کرد — سازگاری مرا با ضدا داست
ستم او چوں لطفہا دارد — شکر گویم چہ جائے فریاد است
زر داغ و گہر ز اشکِ نمش — غمِ ہجران یار شدا داست
زندگی شد عذاب عاشق را — ملک الموت وقتِ امداد است
غم و شادی ہجر و وصلش نیست — دلِ خوش حال بسکہ آزاد است
کاخ گردوں بسان نقش برآب — خوش بنائے نہادہ بر باد است
حسن محتاجِ من شود آخر — عاشقی دولتِ خداداد است
بر گرفتار خود ترحم کن — کہ غلام مطیع و منقاد است
پس خرابات را کنم آباد — کیں ز پیر مغانم ارشاد است

شوقِ دیدارِ عشق را نازم
کہ بعلمِ نظر چہ استاد است

ہر چند کہ رفتن برہش سہل سفر نیست — شوقے اگرت ہست دلا ہیچ خطر نیست
حیرت زدگانش ہمہ از دیدہ گزشتند — نقشِ قدمے آہ دراں راہگذر نیست
در شوقِ بنا گوشِ تو جاں داد دلِ من — شمعیست کہ شرمندۂ فیضانِ سحر نیست
در آئینۂ حیرتِ ما تابِ جمالش — رنگِ چمن و آب گہر نور نظر نیست
رو پوشش مشو یار کہ در خوابِ خیالت — صد بار رسیدیم و ترا ہیچ خبر نیست
از کثرتِ داغِ غمِ ہجرِ تو چگویم — یک لحظہ بسر نیست کہ صد شعلہ بسر نیست

نثارِ حضرتِ یارِ علی سرم بادا	بشوقِ درگہش از سر کجا جدا سنگ است

بسانِ باد بود عشق تو پریشاں گرد
چو در ہوائے تو بینیم پا بجا سنگ است

سخنم گر رواں فزا باد است	چکند با دلش کہ فولاد است
لعلِ خاموشش یار را نازم	کہ از و ہر کسے بفریاد است
من ز خاکِ رہش نبر خیزم	ناتوانی ببیں کہ افتاد است
چشمِ مخمور آں بت ترسا	آفتِ جان و دین زہاد است
تاکہ منظورِ یار آئینہ شد	دل چہ گویم خراب آباد است
عہد ہائے تو یاد باد ترا	آنچہ تو گفتۂ مرا یاد است
بندِ زلفش درا ز دیدہ بخود	دل گماں می برد کہ آزاد است
سیرِ بستاں نمی توانم کرد	بدلم قامتے چو شمشاد است
برامیدِ بود قیامِ جہاں	حیف ایں خانہ سست بنیاد است
حرف حرفم چہ نقش شیریں شد	خامہ ام تیشۂ شوقِ فرہاد است

صحبتِ عشق و دخترِ رز خوش باد
پیر دیرینہ تازہ داماد است

خاکم از عشق آتش ایجاد است	گریہ ام آب شد فغاں باد است

ـــــ۵ــ ملاحظہ ہو نوٹ صفحہ (۱۴)

با دلِ خسته و بد حال که بنشینه مدام	خلق گویند مرا شوخ دل آرائے هست
مست گردیم و دگر پردهٔ ناموس دریم	کز حجابِ نگهِ شوخ تو ایمائے هست
در رهِ شوق همین دیدهٔ خونبار ببین	بر سرِ خار را اگر آبلهٔ پائے هست
سر بمهر از مے عشق تو چها شیشه و خم	کهتی کاسه فلک زان همه مینائے هست
طائرِ دل چه رَوَد از نگه و مژگانش	شاهباز یست که با پنجهٔ گیرائے هست
زلفِ پرتاب و لبش دم نزند آه مرا	دل بے صبر کجا جان شکیبائے هست
این تبسم نبود بر لبِ خونخوار ترا	چون نکو می نگرم رنگِ تمنائے هست
صورتِ دیدنِ حسنت نشد و مشتاقان	روئے هر یک نگرانند تماشائے هست
عاشق از تو نزند حرف و شنیدن دارد	نیم جانش چو کنون بر لب گویائے هست

کس گرفتارِ بدامِ تو نگردید هنوز
عشقِ بیچاره شنیدیم که شیدائے هست

بین نگه در دیدنِ نازِ تو رنجیدن نداشت	دیدهٔ حیرانِ ما آئینه سان دیدن نداشت
از حجابِ عاشقی اے شوخ پرسیدن نداشت	در خموشی نالها کردیم و شنیدن نداشت
خوش نگهبانِ بو و ایجان چشمِ مشتاقِ منش	آن تن چون سیم و زر دیدی و ورزیدن نداشت
با چنین وحشت که دارد چشمِ جانان حیرت است	رفته خود را بسوئے خویش نکشیدن نداشت
ساقی ما بود دریا دل ولے ما را چه سود	بیدماغی فرصتِ یک جام نوشیدن نداشت
خوش برنگِ پان خورد خونِ دلِ مشتاق را	این قدر لعلِ لبش با رنگ لیسیدن نداشت

ترسم کہ شررِ خرمنِ اشکم ہمہ سوزد — آہے خنکے نیست کہ آں برق اثر نیست

عجزِ من افتادہ رساند بہ درِ دوست — بے بال و پرے را پرِ پرواز دگر نیست

نیک و بد [1] ہمہ یک رنگ نماند — گر قطعِ نظر نیست بچشمِ تو بصر نیست

آخر دلِ گم گشتہ بگو یار کجا رفت — در خلوتِ (ناز) [2] تو کسے را چو گذر نیست

ایں طرفہ کہ گم گشتگیش قاصدِ ما شد

آمد خبرِ یار و ز دل ہیچ خبر نیست

چوں [3] رسم تا در دلدار چہ سودائے ہست — در میاں رشتۂ دل و چشم چو دریائے ہست

---

[1] اصل میں کوئی لفظ رہ گیا ہے "گیتی" "دنیا"، "عالم"۔ یہ تینوں لفظ غالباً یہاں بیٹھ سکتے ہیں ۱۲

[2] اس کے بعد کا لفظ (ناز) پڑھا نہیں گیا کاغذ پھٹا ہوا تھا اتنے الفاظ بھی بمشکل سمجھ میں آئے "ناز" کا لفظ قیاسی طور پر رکھکر مصرع پورا کر دیا گیا ۱۲

[3] مولانا حالی جب حیدرآباد تشریف لائے تھے تو والد ایک ملاقات میں مولانا سے فرماتے تھے کہ آپ کی غزل "گیر لائے ہست" حیدرآباد آئی تھی اسی طرح پر یہاں مشاعرہ ہوا تھا غالباً یہ غزل اسی مشاعرہ کیلئے موزوں کی گئی تھی مولانا حالی کے مجموعۂ منظومات فارسی میں غزل مذکور موجود ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

یار را تست گر تہ جذبۂ گیرائے ہست — یوسف آخر رود آنجا کہ زلیخائے ہست

اسی ملاقات میں مولانا حالی نے مولوی عبد العلی صاحب والہ مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے اُن رباعیات کو سنایا تھا جو انھوں نے والہ مرحوم کی رباعیات مدحیہ کے جواب اور تحفۂ شیرینی کے شکریہ میں کہی تھیں۔ جو اُن کی کلیات میں درج ہیں۔ اس وقت تک مولانا کو معلوم نہ تھا کہ والہ صاحب والد مرحوم کے چچا اور صاحبِ دیوان ہذا کے علاتی بھائی ہوتے ہیں۔ وہ ان کی شکل و شمائل اور رنگ روپ سے ان کو ایرانی سمجھتے تھے راقم الحروف بھی اس ملاقات کے وقت موجود تھا۔ اس لئے بمناسبت مقام اس واقعہ کو درج کر دیا گیا۔ ۱۲

بر لبم رنگِ سخن در گوشِ دلها درد شد
این قدر خون دلم چون باد جوشیدن نداشت

اشتباه ننگ تو بر جسمِ تو غالب شد آه
ای ستمگر جرمِ عشقِ زار بخشیدن نداشت

دل بشوقِ دیدنش از جور ترسیدن نداشت
چشم پوشیدیم زینسان روئے او دیدن نداشت

دانهٔ آئینه پاشیدیم و پاشیدن نداشت
سرو آه از اشکِ ما بالید و بالیدن نداشت

این چه استغناست ایجان دل فریبی گر شد
حالِ رنجورِ فراق از دورِ ره پرسیدن نداشت

ای دل از جرأت نبودت عشق ورزیدن چه سود
عاقبت رسوا شدی از ترس ترسیدن نداشت

بے سر و پا گشته ام هر چند در سودائے تو
در خیالم جز سرِ کوئے تو گردیدن نداشت

سر بدامِ شهرت ای مجنون فتاد آخر ترا
پائے در دامانِ دشت و کوه پیچیدن نداشت

غافلی بیمارِ هجرت رفت در ملکِ بقا
در کمالِ ضعف خود از جائے جنبیدن نداشت

غیرتِ من در طلبِ او ز آنشان نگذاشت است
رو بنقشِ پائے او هر گام مالیدن نداشت

از هلالِ ابروِ جانان اشارت دیده ام
بیش ازین جسمِ نزارم عشق کاهیدن نداشت

تا نفس چون دودِ زلفِ یار پیچیدن نداشت
بوئے داغِ دل ز حرفِ ما ترا دیدن نداشت

در خیالِ وصلِ او در خواب خندیدن نداشت
چون شدم هشیار هجران زار نالیدن نداشت

پندِ من دیدی دلا افسوس نشنیدن نداشت
بشنوا کنون صد ملامت روئے او دیدن نداشت

آتشے در جسم و جان از صحبتِ دل افتاد
ما بگردِ شمع گردیدیم و گردیدن نداشت

چون نگریم خون کنون وز خشک سالِ شوقِ او — حسرتے باریدا ز چشمم که باریدن نداشت

چون کنم زاری زبون از کردهٔ خود گشته‌ام — زشت خوئے را چنین رو پسندیدن نداشت

باغِ حسنش صد گلِ نیرنگ بنموده ولے — اضطرابِ دل بشوقش تابِ گل چیدن نداشت

رشته وار از زلفِ بیتابی ز سوزِ داغ کیست — این قدر دودِ نفس زین پیچ پیچیدن نداشت

خوب شد هر شعر وقفِ حُسنِ قلاشانه شد
بے بہا آمد متاعِ عشق و ارزیدن نداشت

بد مکافاتے گناہ بوسه دزدیدن نداشت — از عتابِ ناز ترسیدیم ترسیدن نداشت

تند ستم اے ناله برمن هرزه کوشیدن نداشت — نارسائیها گوشِ او رسانیدن نداشت

آبِ تابِ دل بعشقِ او از بس گل کرده آه — اشکِ خون در پیشِ آں بیرحم باریدن نداشت

هر گلِ باغِ جهان آشفته می سازد دماغ — بوئے عطرِ دلکش خلقِ تو بوئیدن نداشت

خاص چون از بهرِ او دامِ تغافل چیده بود — صیدِ ما چنداں بخود بالید گنجیدن نداشت

این تماشه گاه هر فرزانه را دیوانه ساخت — خنده بر وضعِ جهان کردیم خندیدن نداشت

سرنگانی سر بکار دلِ صد چاک بود — شانه بر زلفش عبث پیچید پیچیدن نداشت

زاشکِ (ریش)[50] پاک کردن دیدهٔ تر مشکل است — آں نزاکت پیشه ایدل تابِ گل چیدن نداشت

آبرویش ز آتشِ شوقِ دلش بر باد رفت — می طپید عاشق نهان خاک غلطیدن نداشت

عقدها افتاد در کارِ پریشانی مرا — مصرعِ پیچیدهٔ زلفِ تو فهمیدن نداشت

---

۵۰ ۔ لفظ غالباً "ریش" ہوگا۔ کاغذ پھٹا ہوا تھا۔ اس لئے پڑھا نہیں گیا (۱۲)

هیچکس نادان تر از زاهد نباشد در جهان — از خدائے مہربان ترسید ترسیدن نداشت

در قبول و ردِّ عرضِ حالِ عشق افتاد تنگ

هر سرے در بزمِ او چون شمع جنبیدن نداشت

این قدر زاهد بشوق حور ارزیدن نداشت — رو بسوئے کعبہ زد دل بت پرستیدن نداشت

(از نو راضی نشد ہمہ)[۱] ابدوست رنجیدن نداشت — عشق ورزیدن وفا کردن نکوہیدن نداشت

چون شود از خوابِ ناز آن فتنہ گر بیدار آه — خونِ ناحق کشتگانِ عشق خوابیدن نداشت

خوش لبِ لعلت بخونم میکند بازی مدام — از سرِ شوخی بساطِ بوسہ برچیدن نداشت

ما بہ تنہائی زبانِ خامشی بکشوده ایم — خوش سرودے بے گل گوشے سرائیدن نداشت

مجمعِ گل با پریشان نالۂ بلبل کجاست — اے صبا ہنگامۂ گرمی فرو چیدن نداشت

دم مزن از ہستئ خود گاه ہست و گاه نیست — بہ کہ معدومش شماری خواه ہست و خواه نیست

یکدمے نبود کہ از مہر توام ابیاه نیست — دل بسوز و نالہ بر لب در جگر چون آه نیست

روئے و خوئے آتشین است بس کہ باشند دلنشین — نیست در عالم دلے اینجا کہ آتش گاه نیست

من شہیدِ عشوۂ بیدادِ نازت گشتہ ام — گوش بر نہ غیر وه، وه ہیچ در افواه نیست

گاه گاہے می کشاید بر رخِ امیدِ ما — یک درِ لطفے کہ غیر از بابِ صد اکراه نیست

دل نمیداند کہ چون سازد بسوزِ خویشتن — آتشِ لعلش ز خط تا آب زیرِ کاه نیست

گر کشم آہے بہ بیشت میرسد تیرے بہ دل — وه کہ جرمے سر زد از من کہ باد[۲]آفراه نیست

---

۱ یہ الفاظ برابر پڑھے نہیں گئے، قیاساً لکھدئے گئے ۱۲ ۲ جزا و مکافات ۱۲

نشئهٔ درد سر شوقش دوبالا گشته است
صندل از خاک رهش بر جبهه مالیدن نداشت

شوخ چشم بین دوشش در برش بوسیدم دهان
یار را بوسید از من جای بوسیدن نداشت

در هوای شوق او ایدل چه میلرزی بخود
بر سر آن شعله خو چون باد پیچیدن نداشت

هر کسی بر جای من اکنون بگرید زار زار
حیف بر دیوانگان عشق خندیدن نداشت

یار مست خواب ناز و من چنین بیدار حیف
عشق در یک پیرهن با حسن خوابیدن نداشت

تا بر و چشمی رسید از ما ز هم پاشید آه
دفتر جمعیت احباب پالیدن نداشت

اقبا ز آخر شبک شد در نظرها آه عشق
باگهر شعر مرا سنجید سنجیدن نداشت

آه عذر لنگ آن عیار نشنیدن نداشت
پر مکان غیر می شد در رهش دیدن نداشت

یک نظر بس بود دیگر سیر او دیدن نداشت
جز رخش از هر چه باشد چشم پوشیدن نداشت

انتظام کشت و خون بر گردن قاتل بماند
این قدر رو در دیدیم اهمال ورزیدن نداشت

گر اجازت داد بهر دیدن خود لیس نبود
ما غلط کردیم از وی وقت پرسیدن نداشت

بی سر و پائی نزار در جستجوی قیس بس
سر ز خار پای خود در راه خاریدن نداشت

بی نیازش را از سر خاریدن مطلب چه کار
آه محرومی کف افسوس مالیدن نداشت

کی شود فوت گوارا لی جنون این دانها
از دهان زخم پا زنجیر خائیدن نداشت

بیقراری از دل من یافت تسکین عاقبت
این نمط سیماب بر آئینه چسپیدن نداشت

بین گلوی خشک و فوّارهٔ خون گشته است
این قدر بر کشتهٔ خود تیغ باریدن نداشت

فہم قاصر باشد ولیکن زباں کوتاہ نیست

ہر شب کنم ز طرّۂ طرار یار بحث　　ہر روز می رود ز رخِ نوربار بحث
لب بستہ ام کہ ہیچ نیاید بکار بحث　　یک خامشی ز یار و ز من صد ہزار بحث
دود چراغ کشتۂ پُر نور دل بود　　شمع دماغ سوز زباں زندہ دار بحث
ہر سادہ دل فریب زر رنگینیش خورد　　گلہائے داغ دارد و باشد بہار بحث
دعوئے ہمیں خوش ست کہ ثابت نمی شود　　ہرگز مدار کارِ محبت مدار بحث
گفت و شنید ہر دو گواہانِ صادق اند　　در عاشقی نیاید مقصد برار بحث
مشتاقِ وصل یا تسم و حجت چہ حاجت ست　　ایجاں ستم بود و من بیقرار بحث
شادم نماند بس کہ غبار رم بباد رفت　　آں نے سوار را امینِ خاکسار بحث

دائم دلیل شوق بجائے نمی رسد
کم کم مباد عشق شود بے شمار بحث

بیچارہ من و چشم ترحم چہ تواں کرد　　بستند مرا بر تو چو مردم چہ تواں کرد
شد چشمِ ترم غیرتِ قلزم چہ تواں کرد　　بیتابئ دل رشکِ تلاطم چہ تواں کرد
از گریہ مرا چارہ نباشد بفراقت　　بے مہر بود جلوۂ انجم چہ تواں کرد
صد خواہشِ دل تا بلبم آمد و برگشت　　نے صبر و نہ یارائے تکلم چہ تواں کرد
تا سرخ کند چشمِ ترم را بتماشا　　شد لعلِ تو ہمرنگِ تبسم چہ تواں کرد
کو خواب بہجرِ تو کزیں دیدہ و مژگاں　　ہر خار بود بسترِ قاقم چہ تواں کرد

اے عزیزاں سحرِ بابل غمزہ‌اش دل را نمود — یوسفِ گم گشتۂ ما را گزیر از چاہ نیست

عکسِ حُسنِ بے نظیرش در دل و در دیدہ ماند — ہمچنیں آئینہ ہا گو رو کشِ اشباہ نیست

جلوہ ہائے حسنِ تو از بسکہ ہر جا پیش گرفت — دخلِ عشقت در دلِ تنگم کنوں ما لا بُد نیست

عشقِ حیرانم کہ در توصیفِ آں سروِ بلند[1]

---

[1] عجیب اتفاق ہے حضرت عشق کے جس قدر مسودات میرے پاس موجود تھے اُن کو برائے رضا کرکے مطبع کو روانہ کر دیا گیا تھا کہ یہ غزل اور اس کے ساتھ اور متعدد غزلیں جو اپنی اپنی جگہ ملحق کر دی گئی ہیں مجھ کو بمقام رائچور شاہ باقی صاحب کی ایک بیاض میں دستیاب ہوئیں جس کا شان و گمان بھی نہ تھا۔ والد مرحوم کے منظومات میں سے ایک رباعی شاہ باقی صاحب کی مدح میں لکھی تھی جو مدگل میں جب کہ وہ ضلع لنگسگور کا ایک تعلقہ تھا تحصیلدار تھے۔ اس سے زیادہ مجھے شاہ صاحب کا کوئی حال معلوم نہ تھا میں نے اُن کے متعلق یہاں بعض لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اُن کے باقیات الصالحات میں ایک فرزند محمد محمود صاحب یہاں مقیم ہیں اور اُن کے پاس شاہ صاحب کا ذخیرۂ کتب بھی موجود ہے جب اُن کو یہاں میری موجودگی کی اطلاع ملی تو قدیم روابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ خود مجھ سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ بہت ضعیف ہو گئے ہیں۔ تقریباً (۹۰) سال کی عمر ہے لیکن ہوش و حواس درست ہیں۔ شاہ صاحب اور والد مرحوم کے حالات اور قدیم واقعات آبدیدہ ہو کر بیان کرتے تھے میں بھی اُن کے دولت خانہ پر کئی مرتبہ حاضر ہوا انہوں نے ساری کتابیں میرے سامنے لا کر رکھ دیں اور بہت محبت اور عنایت بزرگانہ کے ساتھ پیش آئے شاہ صاحب نے تصوف کی کتابوں کا اچھا ذخیرہ جمع کیا تھا انہی کتابوں میں بیاض مذکورۃ الصدر اور شاہ صاحب کا دیوان اور منشآت اور بعض دوسرے رسائل دیکھنے میں آئے ۱۲۔ (۱۷) ستمبر سنہ ۳۴ ف بمقام رائچور

(جامع دیوان)

نوٹ:۔ افسوس ہے کہ دورانِ طباعت میں اُن کا انتقال ہو گیا (۱۶ دے سنہ ۴۹ ف۔)

رقم مهر تو بر دل کشد و می ترسد　　که ز انجم نقط سهو نما صبح شود

کوکب طالع من عشق که رخشان بادا
نگذارد که شب قدر مرا صبح شود

سرگرم فغان بلبل دلخسته چو من شد　　برباد چو بوی گل از این رنگ چمن شد
یکرنگی ما باز چه نیرنگ برآرد　　رنگی که بدل بود ز خون صرف سخن شد
نظارگی باغ تماشای تو حیران　　روی تو گهی گل بود و گاه سمن شد
ز آثار حیاتم بفراق تو چه پرسی　　دانی که جدا جان عزیزم ز بدن شد
خون دل من جوش زند در خم زلفش　　بر باد چها رایحهٔ مشک ختن شد
در شوق حدیثت همه تن گوش بماندیم　　کردی تو نگاهی که به از حرف زبان شد
یارب بکه گویم و چه گویم که چه حال است　　شرمندگی عشق مرا مهر دهن شد
شاید که تو هم قدر من ایدوست شناسی　　کز هر هنری عشق تو ام پیشهٔ فن شد
بین جوش بهار دل پر داغ من ایدوست　　از پرتو روی تو چو آیینه چمن شد
شوق تو عجب فتنه گر آمد چه کنم آه　　آن دل که چو جان داشتمش دشمن من شد

رنج سفر و زحمت غربت نشناسم
عمریست که میخانه مرا عشق وطن شد

از خویش دلم در پی آرام وطن شد　　این باعث گمراهی آواره شدن شد
دانی که چها بر سر من رفت بهجران　　تن زحمت جانم شد و جان آفت تن شد

با طالع ناساز درا ندوهِ جدائی | جز نالهٔ جانکاه ترنم چه توان کرد
ساقی ز لبِ نوش کرم کن دو سه جامی | من تشنه و خالی شده هر خم چه توان کرد
بیزار ز انصاف چو شد یار ستمگار | خاموش نشینیم تظلم چه توان کرد
جورست و جفا شیوهٔ خوبان دل آزار | با طبع چنینشان تحکم چه توان کرد
دل میرود از خویش بشوقِ دهن او | خود خضر درین راه زند گم[1] چه توان کرد

در حالتِ خود عشق همی گفت بتکرار

بستند مرا بر تو چو مردم چه توان کرد

گر بتابد همه خورشید کجا صبح شود | شام از طلعت آن ماهِ لقا صبح شود
انتظارست مرا شمع شب وصل هنوز | سینه را وا نکند یار که تا صبح شود
تکمه از بندِ گریبان تو آزاد نشد | روی از مهر کجا یار جدا صبح شود
شب بسودای سر زلف سیه میگذرد | کاش در نور بنا گوش شما صبح شود
بادهٔ خواب خدایا بکند مدهوشش | تشنهٔ وصل مگر روزه کشا صبح شود
شمع دل زندهٔ شبهای غم را چه خبر | بهر عالم همه گور روح فزا صبح شود
رفتهٔ شوقِ تو از بسکه سبک روح بود | محو در پیرهنی بادِ صبا صبح شود
وردِ نامِ تو شب و روز بپا میدارد | عاشقِ تو نه همین گرم دعا صبح شود
معنی جلوهٔ خورشید رخت تا فهمد | صورتِ آینهٔ صدق و صفا صبح شود

---

۱ - شود گم ۱۲

آمد که برد دل ز ادب هیچ نگفتم — دستی که بدل داشتمش پیش دهن شد

در ذیل شبِ هجر بکش جامهٔ عجزم — چون بهر شهیدان تو مهتاب کفن شد

آن دل که ز مرغانِ چمن باز رمیدی — افسوس که هم زمزمهٔ زاغ و زغن شد

هر معنیِ رنگین چو گل تازه بود عشق
در سیرِ بهارم که مرا طبعِ چمن شد

چون از لبِ خندانِ تو تقریبِ سخن شد — هر غنچهٔ گل را بچمن باز دهن شد

بر خویش چرا زلفِ تو ای شوخ نه پیچید — آرام گهِ دل اگر آن پیچ و شکن شد

تحصیلِ فنِ عشق چه آسان بود ای یار — بالای تو بس یک الفِ سینهٔ من شد

ماتم زدهٔ دل منم و هیچ نپرسید — آن تازه جوان تارکِ دستورِ کهن شد

خود بی کسیِ کشتهٔ بیداد چه باشد — از راهِ وفا بیش چو کفِ خاک کفن شد

چندانکه دلیرانه دلم بود زبون گشت — آهوی تو ای یار عجب شیر فگن شد

ای رنگِ بهاران ز مداد و مددی کن — از نساج گلم خامهٔ کاغذ سمن شد

با نورِ یقین خلطهٔ دل چیست چه گویم — شک نیست که چون رابطهٔ جان و بدن شد

آسوده نگشتم ز سعیِ طلبِ تو — تا خاکِ رهِ شوقِ تو ما را همه تن شد

باشد بدلم آنچه مرا وردِ زبان است — در شکلِ زبان لختِ دلِ من بدهن شد

در خاکِ ذکا[1] برد کلیدش گرهِ عشق

---

[1] — حبیب الله ذکا - صاحب "خاش و خماش" ۱۲

از سوزشِ دل نیست مرا فرصتِ یک دم — هر نالهٔ نو را سببِ این داغِ کهن شد
آخر دلِ دیوانه چه هشیار بر آمد — کز لطفِ جفاهائے تو ممنونِ محن شد
بیتابیِ دل را بهوائے تو قرار است — دریاب ز خاکم که تهی جمله کفن شد
از مطلبِ خود هیچ نگفتیم و نفهمید — فهمش چه رسا گشت و چه وقتا و ذهن شد
جانبازیِ خود بر سرِ خود خوب به بندد — بازیگرِ دل را که فغان هاش رسن شد
از بس بهوائے تو بود باز شب و روز — از دیدهٔ من آرزوِ گرم شدن شد
وارسته دلم با همه آشفته نظامی — چون واقفِ آن مخزنِ اسرارِ دهن شد
در سیرِ بهارِ گلِ داغِ دلِ خویشم — تا دور ز چشمِ ترم آن رشکِ چمن شد

بسیار سخن هست ولے عشق چه گوید
در خلوتِ وصلِ تو که دشوار سخن شد

هر چند که دشوار ترا حرف زدن شد — پُر سوز لبِ لعلِ تو بسیار سخن شد
هر تلخ که گفتی بخدا قند شکرین ست — نازم بدهانِ تو عجب سحرِ سخن شد
از میوهٔ فردوس فریبے نخورد باز — شیدائے تو دل دادهٔ نارنجِ ذقن شد
نقشِ قدمِ نازِ تو هر جا که فتاد است — از پردهٔ چشمِ ترِ من فرشِ نگن شد
اے زلف مده تن بشکستن شکنها — ما را دلِ صد پاره ترا پارهٔ تن شد
هر دم بخیالِ تو نهان دور بجائے — شیدائے نوا یجان تنِ تنها ز وطن شد
از مرهمِ کافور دلم سرد بر آمد — تا پنبهٔ زخمِ جگرم ناخنِ من شد

تا آن زماں کہ دیدہ بشوق اشکبار بود | باغ امید خوں شدہ دل در بہار بود
نازم بہ ہوشیاری بے آرزوئے دل | در بند زلف یار چہ دیوانہ وار بود
جاں را نثار مژدۂ وصل تو کردہ ام | سرمایۂ حیات مرا انتظار بود
بیتابی تو اے دل خود کام گو نہ | آرام بخش جان من بیقرار بود

دیدم کہ عشق در رہ مشکل گزار شوق
میرفت و بر ہوائے دل خود سوار بود

ظلمت حجاب بیں دل بیہوش می شود | شمع زباں بعشق تو خاموش می شود
یارب چہ حالتست کہ فریاد مشکلت | خاموشئ لبش بدلم جوش می شود
عاشق بشوق روئے خوش و گفتگوئے او | گاہے تمام چشم و گہے گوش می شود
ہرچند شکوہاش بسے یاد میکنم | در پیش یار جملہ فراموش می شود
صد گردش فلک بسر آید ز سر مگر | تا یار ماہ ہالۂ آغوش می شود
آید چو دیر و زود رود از برم کسے | شادیٔ من بغصہ چہ ہمدوش می شود
ہر روز وعدۂ تو بفردا ہمی رود | امشب کجا بود کہ نہ چوں دوش می شود
در جلوہ گاہ شوخ قیامت خرام ما | کوہ و وقار نیز بہ منفوش می شود
ناگفتنی ہزار بگوید کہ گوئیا | ارشاد یار گویم و مے نوش می شود
جادو نگار سرمۂ دنبالہ دار کیست | لوح دلم ازاں ہمہ منقوش می شود
گوئی کہ خود فریفتۂ حسن خدمت ست | زاں خواجہ کہ بندۂ آغوش می شود

مسدود چساں آه در گنج سخن شد

صد محابا بہرے ساقی تباوداں میرسد — گردشِ چشمے بکارِ مے پرستاں میرسد
از گلِ داغیکہ از بستانِ حرماں میرسد — دستِ سوزِ عشق او دل تا بداماں میرسد
دیگراں را سیرِ گلشن این دلِ خوں گشتہ را — یادِ آں شاخ گل و سروِ خراماں میرسد
در شبِ ہجراں خیالِ خوابِ وصلش می کنم — صد قیامت بر سرِ من با مداداں میرسد
کے شود روزی مرا یا رب مرصومِ وصال — تشنہ کامِ وصل را ہر روزہ ہجراں میرسد
شکوہا از شکوہ خود کردم و سودے نداشت — صد پشیمانی مرا زاں ناپشیماں میرسد
نالہ دل گر ضعیفہاست ہم رنگِ نسیم — کے بگوشِ آں گل از زلفِ پریشاں میرسد
میتواں آساں رفو کردن دلِ صد چاک را — زاں نگہ گر رشتہ و سوزن ز مژگاں میرسد
صد مبارکباد اے مشتِ غبارِ راہِ شوق — کودکے بر مرکبِ نے برقِ جولاں میرسد
ترسِ تیغِ ابرو و تیرِ مژہ ہیچ است ہیچ — چوں شفاعت زاں لبِ نوشینِ جاناں میرسد
کشتیِ امید را صد رخنہ بیم است و باز — بر کنارِ عفوِ تو از بحرِ عصیاں میرسد
گر پریشاں گفتگو باشم مرا معذور دار — در تبِ ہجرت نئے نوبت بہ ہذیاں میرسد

عشق در الفت دلم آئینہ دارِ حیرت است
مشکل از مشکل برد آساں ز آساں میرسد

تا زیستم نوشتن شوقم شعار بود — دل داشتم بدلبر و دستم بکار بود
رسوائے عشق در ہمہ شہر و دیار بود — آں کودکِ دلم کہ ترا در کنار بود

چه توان کرد ز بیگانگیٔ خوی کسی
در برِ خود ز جدائیش جدا نتوان کرد

سرِ این گریهٔ مستانه سلامت باشد
شعلهٔ حسرتِ دیدار بپا نتوان کرد

عشق در نغمهٔ بلبل که خزان دیده گلیست
چقدر رنگ ازین ساده نوا نتوان کرد

خویش را لاف زنِ زهد ریا نتوان کرد
ترکِ پیمانه چو پیمانست وفا نتوان کرد

این قدر خواهشِ دیدار بدل از پئی چیست
دیده از شرم بر آن چهره چو وا نتوان کرد

تکیه گر هست بفضل و کرمِ دوست ترا
بخطائی که کنی هیچ خطا نتوان کرد

بر لبِ دست و دلم دیده نگهبان گشته است
جز پئی دیدنِ روئی تو دعا نتوان کرد

سجدهٔ شوقِ بتان داغ بپیشانی ست
آه زین شرم دگر رو بخدا نتوان کرد

گر نه بر باد دهد خاک مرا بیتابی
گردهٔ آئینه ها رد بهوا نتوان کرد

چشمِ تر پای بگل کرد بکویت ما را
خاکِ ما را بسرِ بادِ صبا نتوان کرد

ای جنون لطف بکن تر آبلام پا افراز
دشتِ پرخار رهگذر برهنه پا نتوان کرد

نظرِ نرگسِ بیمارِ کسی در کارست
آه زین دردِ دلِ ما که دوا نتوان کرد

سرمه گر دِ کدورت ز دلم می ریزد
سخنم آئینهٔ طبعِ رسا نتوان کرد

دمبدم حسرتِ هر کار بمن میگوید
که ز بیکاریٔ خود عشق چها نتوان کرد

خواهشِ این دلِ دیوانه ادا نتوان کرد
لب ببستم که ترا شکوه بجا نتوان کرد

دانا دلم ز فیض نگاه تو ساقیا — مست و خراب بادهٔ سرجوش می‌شود
هر کس به دور چشم تو مست گذاره ایست — جنت اگر دهند که مے نوش می‌شود
شادم بحال خویش که عیشم بکام هست — هر تلخی بیاد لبش نوش می‌شود
شرم گناه مایهٔ فخر سبوکشان — نازان به زهد شیخ ریاکوش می‌شود
وارفتگان پئے دل زارم گرفته اند — گوئی جرس بقافله جاگوش می‌شود
غم بر دلم ز رفتن شادی محال یافت — خالیست خانه صاحب آن موش می‌شود
سرگشتگی که بے سروپا میرود بشوق — در زیر بار عشق سبکدوش می‌شود

سرتا بپا قصور چه دید دست عشق را
حسن تو عفو پاش و خطاپوش می‌شود

خواهش حرف گراز نازشما نتوان کرد — بخموشی چه تقاضائے ادا نتوان کرد
اضطراب دل اگر قبله نما نتوان کرد — خم ابروئے تو محراب دعا نتوان کرد
شده خاک ره ناز تو مرا روئے نیاز — این نماز یست که اے یار قضا نتوان کرد
شکوه از روئے نکوئے تو همین دارم و بس — که بحسنے که بود مدح و ثنا نتوان کرد
توچه دانی که فراق تو چه بیداد کند — که جدا آه لب از شور بپا نتوان کرد
ساقیا شربت اندوه زبس پر کردش — بادهٔ عیش به پیمانهٔ ما نتوان کرد
گرچه از پیش خود آن شوخ مرا میراند — چون توان رفت اگر رفقا نتوان کرد
عقدهٔ زلف کشادی که کشادی بندش — خوش اسیریست دل ما که رها نتوان کرد

عشق گر بر لبِ من مهر خموشی بزند — حلِ هر مسئله‌اش تا بحیا نتوان کرد
بشنو این نکته ز من خنده مزن اے گلرو — غنچهٔ آرزوی است که وا نتوان کرد
زود بر خیزد اگر او ز دلِ من خوبت — ز انتظار تو چه شرمنده رجا نتوان کرد
دمبدم غنچهٔ لعلش چو نفس میدزدد — از گلِ خندهٔ او بوی حیا نتوان کرد
سایهٔ امن و سلامت نه فتد بر سرِ ما — جای در پای خمِ میکده تا نتوان کرد
مطلبِ بی غرضی آه چه اظهار کنم — که بدین حیله ترا کام روا نتوان کرد

آنچه هرگز نشنیدیم گهی میگوید
حرفِ عشق است درین چون و چرا نتوان کرد

ز دم پا در رهِ شوقش سر بیدار پیدا شد — ز سر هم چو گذشتم ناگهان دلدار پیدا شد
دمے با عشوهٔ ساقی[1] دلِ خود شاد گر کردم — برفت آن شادئی یکدم غم بسیار پیدا شد
غبارم را بدل ایجاب مده رهِ این قدر گفتم — ازان آخر چگویم در میان دیوار پیدا شد
نکردم ریک روی کفر این زهدِ ریائی را — شکستم سبحهٔ خود ناگهان زنار پیدا شد

نبودش همزبان و صد سخن میدانست جادویش
به بستم من لب اے عشق و سر گفتار پیدا شد

حافظِ قرآن روی یار تا دل کرده اند — فکر یاد هر چه غیر اوست باطل کرده اند
من ز هولِ اضطراب بر میدن تار غم — تا مرا سی پاره چون حمائل کرده اند

---

[1] اغلب که لفظ "شادی" بعد عشوه سهواً در اصل بیاض متروک شد ۱۲

بسکه در دیدهٔ خونبار کسے می گذرد | پاک از رنگِ حنا آن کفِ پا نتواں کرد
برملا رازِ دلِ خویش بگفتن بهتر | عاشقِ آن بتِ شوخ چشم حیا نتواں کرد
حسنِ او خوانِ کرم چیده و من گرسنه چشم | شوق را منتظرِ بانگِ صلا نتواں کرد
قحطِ طاقت بود و مزرعِ امید خراب | بارشِ گریه بپا نیتِ دعا نتواں کرد
گره از بندِ قبا باز نکردی ما را | بیش ازیں پیرهنِ صبر قبا نتواں کرد
دل که بنیائی صد رنگ کشی از خویش | نقش بر خاطرِ آسودهٔ ما نتواں کرد
لذتِ نعمتِ جورِ تو بکامِ دلِ ماست | گر ز خوانِ کرمش زله ربا نتواں کرد
لفظ و معنی شده اے یار بهم می باشیم | که مرا از تو به شمشیر جدا نتواں کرد
بنگاهے چو توانی که کشی عاشق را | سهل کارے بود و ناز چرا نتواں کرد

ترسم اے عشق ز معشوق نداری پنهاں
واقفِ رازِ دلِ خویش ترا نتواں کرد

یادِ آں ناز و ادا جور و جفا نتواں کرد | دلِ ناکام پشیمانِ وفا نتواں کرد
بسکه ما را خبر اے ناله رسا نتواں کرد | بر لبِ ما ز دلِ خوں شده جا نتواں کرد
حالتِ مشکلِ من آه ادب داند و بس | صبر نتواں بغمِ عشق و بکا نتواں کرد
آشنایانِ همه زیں بحر بساحل رفتند | ما بگردابِ فنا دیم شنا نتواں کرد
در رهِ شوقِ تو آخر تنِ تنها ماندم | خضرِ گم گشته دلِ راهنما نتواں کرد
دل ز لعلِ لبِ تو چارهٔ خود می جوید | یا ندانیم تواں کردن و یا نتواں کرد

ای عجب در کنج تنهائی حیاداران عشق / راز دل را از خموشی نقل محفل کرده اند

در خور رسوائی و دیوانگی هر کس نبود / ننگ عالم کرده اند آنرا که عاقل کرده اند

گوهر یکدانهٔ دل بود کش جویندگان / از محیط اضطراب خویش حاصل کرده اند

عشقبازی بازیٔ طفل است[1] و عاقلان / کار آسانی چرا بر خویش مشکل کرده اند

بسکه با زور جنون زنجیر آهن هیچ بود / بند توا بدل از آن مشکین سلاسل کرده اند

باز می باشد از آن درهای جنت بر رخم / زخمها بر گشتهٔ مژگان که در دل کرده اند

دامن امید پر کردند از گلهای یاس / عیش ما را تلخ ز آن شیرین شمائل کرده اند

تا دم آخر شهیدان شهادتگاه عشق / آفرین بر دست و بر بازوی قاتل کرده اند

دیده و دل را نگه اهل نظر دارند عشق
کی نگاهی بر رخ دلدار غافل کرده اند

با نالهٔ جانسوز بکویش گذر افتاد / چون شمع مرا شعله رفیق سفر افتاد

در بزم چو بر جام شرابم نظر افتاد / چشم تو بیاد آمد و هوشم ز سر افتاد

دل شاد بود تا که بزلف تو در افتاد / سررشتهٔ مقصود بدستش مگر افتاد

عشقت نه همین پیر و جوان را بسر افتاد / این آتش تیز است که در خشک و تر افتاد

یارب چه بلا شوق نگه کارگر افتاد / در چشم زدن از مژه لخت جگر افتاد

گر زاری عاشق نشنیدی عجبی نیست / کی دلکش گل نالهٔ مرغ سحر افتاد

---

[1] اعلم که لفظ "ولیکن" از سهو کاتب متروک شد، صحیح این چنین باید "عشقبازی بازی طفل است ولیکن عاقلان" ۱۲

رہروانِ شوق را آسودگی ممکن نبود — منزلے در ہر قدم آں سوئے منزل کردہ اند
دل زرخ خوب ترا آئینہ دارِ خوب بود — چوں کنم چوں پردہائے چشم حائل کردہ اند
گرمیٔ ہنگامۂ پروانہ بجز سوختن نشد — تا نگاہِ شوق ما را شمع محفل کردہ اند
بوئے اخلاصے بلطفِ ظاہری ہرگز نبود — دلبرانِ زیں دلدہی ہا بیم چہ بیدل کردہ اند
در کشاکشہائے مرگ و زندگی افتادہ ام — کاں دو چشمِ نیمخوابم نیم بسمل کردہ اند
بحرِ جنبش موج زن زاب گہر گردند باز — دیدہ تا دیدۂ دیدار سا ئل کردہ اند
ہر کجا کشتی دل افتد نباشد بے خطر — غم بود دریائے وا زا پاس ساحل کردہ اند
دل رود در چشمِ او چشمش نہ بیند سوئے دل — مست صہبا داست و نخچیرش غافل کردہ اند
شمعِ سرگشتۂ ہر وادیٔ چوں قیس باش — لیلیٔ گفتار ما را چند محمل کردہ اند

در سرِ من عشق سودائے نکا پو حیف حیف
چوں مرا زیں دیدہ تر پایہ در گل کردہ اند

تا مرا مہجور ازاں شیریں شمائل کردہ اند — تلخ کامیہائے عالم واصل دل کردہ اند
کردہ اند احساں کہ ما را سختِ جاں دل کردہ اند — بہرِ جورِ آں بُتِ بیرحم قابل کردہ اند
وحشتے دادند و را این قدر راز ما چرا — گر دل ما را بسوئے یار مائل کردہ اند
بر دلِ پر نورِ ما داغِ سیہ رو زی نشست — آب و تابِ مہر تا زاں ماہ زائل کردہ اند
نازہا بر یکے گر کردن خوش است انجامِ کار — عشقِ من حسنِ ترا ز آغاز کامل کردہ اند
سالکاں را مایۂ آرام شد سرگشتگی — جادۂ دشتِ طلب گوئی کہ منزل کردہ اند

اگر کسے[1] نہ پئے طرز یار گرید و خندد ۔۔۔ بوضع نادرۂ روزگار گرید و خندد

خبر ز شادی و غم دلستان ما چو ندارد ۔۔۔ کجا چہ صرفہ برو گر ہزار گرید و خندد

بشوق سیب زنخدان او لشد ز خود دور ۔۔۔ کہ ہمچو طفل دل بیقرار گرید و خندد

فریب خوف و رجا گر گہے خورد بدو عالم ۔۔۔ عجب مدار کہ او بار بار گرید و خندد

بسوز و ساز نگوئش چہ گفت سوختۂ او ۔۔۔ کہ شمع محفل ما اے نگار گرید و خندد

بہر صباح ز بلبل چو زارہا بکند گوش ۔۔۔ چمن ز شبنم و گل زار زار گرید و خندد

سرور رنجش غم او بس ست عاشق او را ۔۔۔ عبث چرا بکشد انتظار گرید و خندد

بہ ننگ شغل دگر جز رضا نہ عاشق یارا ست ۔۔۔ گمان مبر کہ بصد ننگ و عار گرید و خندد

بریم رشک بذوق سیاہ مستی رندی ۔۔۔ کہ زیر سایۂ ابر بہار گرید و خندد

حضور عیسیٔ دوران و ہر مریض خسارہ ۔۔۔ بہ آستانۂ این شہریار گرید و خندد

سخن ز عشق سرایم کسیکہ دم زند از عشق

بوجد آید و بے اختیار گرید و خندد

از کار بستہ چو نیم چشم کشاد باشد ۔۔۔ کز خامہ ام چو انگشت در کف زیاد باشد

جز نام نامی تو ما را نہ یاد باشد ۔۔۔ غیر تو ہیچ نبود این اعتقاد باشد

آن کافر ستمگر شاید کہ یار گردد ۔۔۔ ما را از ما چہ ہر دم شغل جہاد باشد

---

[1] ایک صحبت میں ثنا کر طہرانی نے جو حیدرآباد میں مقیم تھے اپنی غزل "زمانہ برمن حیران زار گرید و خندد" کا مصرع پڑھکر دعویٰ کیا تھا کہ اگر اس بحر و ردیف میں کوئی غزل کہدے تو اُس کو شاعر جانوں گا اس طرح پر یہ مشاعرہ ہوا تھا یہ غزل اُسی مشاعرہ کیلئے لکھی گئی تھی ۱۲

گردید ہوا خواہ چمن آں گلِ خنداں
آتش ہمہ در جانِ نسیمِ سحر افتاد

از یادِ تو دل غنچہ صفت پردہ نشین است
خوش محرمِ رازیست کہ بس بیخبر افتاد

ایں طرفہ ملے غم کہ نگنجد بخم چرخ
چوں تنگ تر آمد دلِ من بیشتر افتاد

آمد بسرِ خستہ خود بہرِ عیادت
گوئی تو کہ جانے بتنِ مردہ در افتاد

باشد خطِ پیشانئ من سنگِ جفایش
ایں قرعہ بنامِ منِ دیوانہ بر افتاد

دل دارِ بپرسید گہے خواہشِ دل را
دانست تمنا ہمہ از دل بدر افتاد

از گریہ و زاریٔ شب و روز چہ حاصل
در عشق کسے کار چو با زور و زر افتاد

نیرنگ جہانے بود آں نو گلِ رعنا
در چشم نیفتاد عجب جلوہ گر افتاد

ہر تلخ تو شیریں بود از قندِ مکرر
تلخی چہ کشم چوں بمذاقم شکر افتاد

میخواست ببرد آنکہ منِ بے سروپا را
وابستہ کہ از نہلہ براں خوش کمر افتاد

برنامدہ یک آرزوش زاں لبِ شیریں
شوریدہ دلِ من بامیدِ دگر افتاد

حیرانِ جمالِ تو نداند کہ در آں زلف
دل از نظرش یا کہ نظر بیشتر افتاد

آں شمع کہ پروانۂ او گشتہ نظرہا
در چشم نیفتاد عجب جلوہ گر افتاد

شعر و سخنم گرچہ بود عیب سراسر
ایں عیب نہ بینید کہ رشکِ ہنر افتاد

حرفِ من و آں گوش شنو عشق ز اعجاز
باشد یدِ بیضا کہ بدستِ گہر افتاد

لہ کنائہ کہ بوقتِ نسکار ریو شد ۱۲

آں آرزوئے لہا گر خود مراد باشد — عاشق بہ نامرادی باید کہ شاد باشد

یارب گلے کہ مارا شمع مراد باشد — با حسنِ صورت خود نیکو نہاد باشد

مضمونِ ناز فہمد از بیتِ ابروِ او — با سادگی دلِ ما روشن سواد باشد

افسوں گر است چشمش ابدل مخور فریبش — گر صلح کرد با تو عین فساد باشد

در گفتگو بہ نسیاں در خواب با بہ مستی — نامم نمی برد او دانم کہ یاد باشد

از صبر وا فراسے آہ ہر چند چارہ جستم — دردِ دلے کہ دارم در اشتداد باشد

ناصح بہ بند لب را تا زود تر بسوزم — بر آتش درونم حرفِ تو باد باشد

گل از زبانِ غنچہ میکرد این حکایت — وابستۂ تباہی روزے کشاد باشد

از مکتبِ معلم طفلے کہ می گریزد — در ناز و دلبریہا خود اوستاد باشد

دریادِ قامتِ او بے آہ نیست نالہ — این طبع زاد موزوں خوش مستزاد باشد

شادی مکن کہ ہر دم صد غم خوری بشادی
شاد آں کسیکہ در غم اے عشق شاد باشد

بموجِ بحرِ نورِ جلوۂ او آسماں گم شد — زمیں گم شد زباں گم شد جبیں گم شد جہاں گم شد

حضورِ دل محو از من کہ دل خود از میاں گم شد — سرِ گم گشتگی گر داشتم آخر ہماں گم شد

بدورِ جورِ چشمِ او ز عالم الاماں گم شد — چہ قدر اندازی پیدا شد کہ از تیرش فغاں گم شد

کسے کے در جہاں زیباں تفکر آں دہاں گم شد — نہ تنہا من ز خود رفتم کہ ہم نام و نشاں گم شد

چو شبنم زار میگریم کہ آں گل را کمم خنداں — ترحم از دلِ او ہیچو تاثیر از فغاں گم شد

آید ز خانه بیرون تا از درم براند — پاسخ به خیر مقدم زد خیر باد باشد

طفل سرشک هردم در کوئے او دوانست — در پیت قطره تنها چون از نژاد باشد

محنت ز بهر جنت باشد قصور غفلت — از بسکه خالق ما ز اهد جواد باشد

زاهد بیا و مے خور باشد که در دل تو — چندان که حرص دنیا خوف معاد باشد

در راه عشق آهم بر دز غمزه و تفت آست — یک دانه گوهر دل ما را که زاد باشد

آں شهریار خوبی آگه نشد ز حالت
اے عشق شهره تو گو در بلاد باشد

رنگین نه چون دل قیس سرگرم داد باشد — زلف چو شام لیلی یوم التناد باشد

رد سوال بوسه گو زین مراد باشد — کم گفتن از دهانت ایجاز یاد باشد

زان نامه که نوشت او در جواب ما را — مضمون لطفهایش بس مستفاد باشد

سرگرم سرد مهری آن ماه شد ولیکن — چندانکه کینه از وے از ما وداد باشد

تا کے بکام دشمن از دست دوست باشم — چون من کسے مبادا اگر نامراد باشد

نالان بنا امیدی در هجر او چه باشم — زین گونه صد مصیبت چون خانه زاد باشد

کشتی دل به ساحل ز بحر غم رساند — فریاد نا امیدان یاد مراد باشد

قرآن حسن را این تفسیر نقطه شد — اعظم ز خال مشکین اینجا سواد باشد

بهر رواج بازار سودائے خام بخشند
بازار عشق گرم از جوش کساد باشد

دوائے دردِ من غربت شد آخر | که زحمت بیش ازیں در خانه دادند
چو غم گر خانه ام ابد دل خراب است | پے دیوانه خویش ویرانه دادند
نشد کوتاه دعمر آمد بپایاں | بیادِ ما عجب افسانه دادند

غم بے خان و مانی چیست اکنوں
مرا جا عشق در میخانه دادند

بکشتِ حسن آب و دانه دادند | فریبت اے دل فرزانه دادند
چه می پرسی زحالِ عاشقانش | دل و جاں در رہش مردانه دادند
بسودایش دل صد چاک حیراں | سرِ زلفش بدستِ شانه دادند
بخندم چوں صدف بر سینهٔ چاک | که از دل گوہرِ یک دانه دادند
فسونِ واعظِ ما پُر اثر بُود | که رنداں دل بریں افسانه دادند
دلم کشتیٔ بحرِ آشنائی | که سکّاں در کفِ بیگانه دادند
زحق مہرِ بتاں خواہم که از دل | مرا ہم کعبه و بُت خانه دادند
دل در زنجیرِ زلفِ بیقرارش | چه آرامے بایں دیوانه دادند
مضامینِ غریبِ بے نوا را | زہر بیتم دلا خوش خانه دادند
نگنجد غم ز شادی در دلِ من | چه شادی از غمِ جانانه دادند

چو عشق و بازی میرود زیر است
به پیرِ ما دلِ طفلانه دادند

سرِ موئے ز پیچ و تابِ زلفِ او نفهمد دل / بیاں چنداں پریشاں شد که مطلب از بیاں گم شد

خبراں ماه بهار ندارد سخت حیرانم / بدود و آه سوزانم سراسر آسماں گم شد

زمن باقی همیں بود و سگش را جستجو کردم / کفِ خاکِ پریشاں گشت مشتِ استخواں گم شد

جگر خواری مرا کار است در شوقِ لبِ لعلش / همیں سختی است از دل و دهانِ من زباں گم شد

بسانِ شمعِ روشن جانِ من باشد زبانِ من / زبانِ من اگر گم شد یقیں دانید جاں گم شد

نه دنیا دانم و عقبیٰ سرور از مے بسر دارم / یقینے کرده ام پیدا از آں وهم و گماں گم شد

بسر سنگِ ملامت از سبک مغزاں همی باشد / تحمل بود گر ما را دریں بارِ گراں گم شد

دل و جانِ حزینِ من رواں شد در رکابِ او / سوارے دیده ام در ره که از دستم عناں گم شد

حدیثِ آں دهاں باشد عجیب و من نمی فهمم / بکنجِ نیستی گویم که عمرِ جاوداں گم شد

تلاشی حسنِ دل جوئی کند چوں عشقِ آواره
عیاں هر چند پیشِ ما است امّا در نهاں گم شد

بواعظ کے دلِ فرزانه دادند / سرِ شور و شرِ مستانه دادند

بزنجیرِ جنوں چوں دانه دادند / چه تسکینِ دلِ دیوانه دادند

عزیز از جاں مرا جانانه دادند / دلے با آشنا بیگانه دادند

مرا دل غیرتِ پروانه دادند / ز سوزِ او ترا پروانه دادند

لبِ لعلش حسن بیدارے ندارد / که نقدِ جانش در بیعانه دادند

قیامت شد که ما را از دمِ صور / فریبِ نعرهٔ مستانه دادند

. . . توسل می شود[1] — پس چه حجتها که در خورد بسر پل می شود

آب و تاب رویت از جوش طرب گل می شود — کوزهٔ قند دهن را خنده قلقل می شود

چون نگهبان و زد باشد مال مردم آن او — از نگاه ناز تاراج تغافل می شود

بحث غیر آنجا که بخشد بی تامل کام گیر — طالع ناکام من محو تامل می شود

در شب قدرم بهار عید خواهد جلوه کرد — مهر رویش در حق مسکین چو کاکل می شود

میکنی گلگشت کهسار ای بت جادو خرام — کبک بر رخسار و رفتار تو بلبل می شود

در نظر آنکه خورشید است یا جانسوز من — دیده در اول نظر محو تامل می شود

راهیم از کوی خود من پیش و پس دارم قدم — همچو آن گوهر که حیران تغافل می شود

قوت سر پنجه افزاید فرنگی را بهند — شانه در زلف بتان دست تطاول می شود

میزبان ست ما خوبین دلان را دست غیب — زر برغم گنج و کان زیب کف گل می شود

نیز مال بدر آید از لب نان هلال — . . . توکل می شود

جاهلی عمدا بود سرمایهٔ تو دوستان — هر تعارف پیش این دونان تجاهل می شود

ناتوان عشق کرد — نزهت گاه چل
رستمے بینی که — کابل می شود

بیرون ز دشت دل نتوانم قدم نهاد — هر چند رم ز مردم چشم آن غزال کرد

دریا دلی شوق براه طلب ببین — چندین گهر ز آبله پا پایمال کرد

---

[1] : ـ جہاں کہیں نقطے دیے گئے ہیں وہاں کے الفاظ محو ہو گئے ہیں یا پڑھے نہیں جاتے ـ ۱۲

ز تغافلِ من کنوں وہ چہ فلک بکام زد — ناز مکن بیا بگو با کہ شدی تو نام زد
شکر گذارِ شایقاں چوں نشوند ہر زماں — حرفِ بخامشی لبت با ہمہ لاکلام زد
مست شد و شکستہ خم جام بسنگ زد دگر — آنکہ ز چشم و لعلِ تو یک دو سہ بار جام زد
داغ بود ز شرم آں محو بود بکاستن — لافِ کمال پیشِ تو تا کہ مہِ تمام زد
گشتہ رہا ز بندِ خود ماند بقید او اسیر — کاکلِ مشکبارِ تو بہرِ دلم چہ دام زد
مہرِ سپہر بے ثبات آئینہ دارِ آفتاب — صبح اگر نواختہ و بر سرِ خاک شام زد
ہوش ربائے انجمن یوسفِ من شد آں جہاں — دست بفرقِ ہر یکے در عوضِ سلام زد
رہزنِ غمزہ از حجاب پا ببروں کجا نہاد — قافلہ ہائے دل چساں باز بہر مقام زد
بہرِ تلاشِ عقل و دیں من چہ کنم کجا روم — راہِ صلاحِ عالمے آں بتِ خوش خرام زد
تازہ و تر ندیدہ شیخ، ہیچ چمن چوں زہدِ خشک — رنگِ گل حلال او بوئے گلِ حرام زد
پیکِ صبا جز آہِ سرد از تو حکایتے نکرد — آتشِ تازہ در دلم آہ از یں پیام زد
عنبرِ زلف بو نزد نسیم برم کجا بود — آتشِ شوق در سرم وہ چہ خیالِ خام زد
نوبتِ شادمانیم در غمِ تست دل نواز — کوسِ نشاط بر فلک نالۂ من مدام زد

حسن چو سرکشی کند ہیچ جز ایں نگوئے عشق
"ناز مکن بیا بگو با کہ شدی تو نام زد"

غنچہ ہا شمع ساں از یک نفس گل می شود — خونِ ما از جوشِ ہمچوں آب رز گل می شود
ہر سوادے ریاضِ حسن کاکل می شود — ہر گیاہِ گلِ زمیں ناز سنبل می شود

زاہدا ز پیشانی تو روسیاہی ظاہر است — دین و ایمان ز ا قلم گشتہ سیمائے دگر
بارہا سرو گلستاں دیدہ ام در کشمکش — در زمین دل نشانم سرو رعنائے دگر
شور محشر شور در چشمم نمی آید نزور — ہست طبعم بحر شیرین گہر زائے دگر
بے نیاز عشقم و در بند خشک و تر نیم
دارم از چشم و دل خود دشت و دریائے دگر

یا رب ترحمے بدل سخت یار بخش — یا صبر وا فرے بمن بیقرار بخش
یا رب بداں صفت کہ تو ئی گل بخار بخش — ایں خار رہم ببین و مرا آں نگار بخش
داماں چاک را چو کنی تار تار بخش — مجنوں گہر ز آبلہ پا بخار بخش
ابر بہار دیدۂ خونبار کردہ — تخم امل بخاک رہ انتظار بخش
جاناں بر آب نقش ز آتش چہ خوش بود — از خون من بدست بلوریں نگار بخش
اے دور چرخ گریہ مستانہ ام ببیں — جام حیا بنرگس مخمور یار بخش
دردی غصہ صاف طرب ہر چہ میدہی — ساقی از دست لست مرا خوشگوار بخش
مست نگاہ و خندۂ لعل لب توام — جامے گہے نہان و گہے آشکار بخش
آمد بہار و چہرہ زرے ہمچو گل بکن — داغ غم خزاں بدل لالہ زار بخش
اے شوق وصل کار چو افتاد با شکست — دست و دل شکستہ مارا بکار بخش
اید وست درد و داغ محبت چہ میکنی — گنجینہ الیست ایں بدل راز دار بخش
دانم نشان ز دل نگذاری سینہ ام — داغے ز دست خویش مرا یادگار بخش

چوں بلبلم چرا بگلستاں نمی برد | شوق گل رخے کہ ترا ہرزہ نال کرد

یک آبلہ نہ لب بجوابش ہمی کشاد | ہر خار خشک گرچہ زبان سوال کرد

جز درِ دلدار ما را نیست چوں جائے دگر | چوں تواں رفتن ازیں ملجا بماوائے دگر

ایکہ با من نامرد گشتی بعالم ہوش دار | تا نگردی در جہاں بدنام و رسوائے دگر

چوں شود انجامِ کارِ عشق یارِ سنگدل | من یکے بے صبر دل ہم ناشکیبائے دگر

در علاجِ ما طبیباں عاقبت عاجز شدند | ہر یکے فکرے کند ہر دم ز نو رائے دگر

تا تو در بازار رفتی سر بسر گردیدہ اند | از دل و جاں تاجراں مصر و سودائے دگر

آرزوئے جان و مقصودِ دل عاشق توئی | خواہشِ دیگر نداریم و تمنائے دگر

ساقی دوراں بکامِ ما نریزد جرعۂ | از دلِ خود کامِ خود داریم مینائے دگر

گل بجائے خار و بلبل زار باشد در چمن | رفت او و بہرِ تماشا شد تماشائے دگر

طالع پیر کار داریم دہی تا زیم عشق
دست او از بہرِ سیرِ ما شدہ پائے دگر

بہ ازیں اندیشہ اے دل کے بود رائے دگر | در تلاشِ خویشتن باشیم جویائے دگر

راہِ او مشکل گذار و من ہمیں سرگرمِ شوق | پا نہادم رفت طاقت چوں نہم پائے دگر

با تبسم از درِ دنداں زاں یاقوت لب | حرف حرفش میچکد لولوو لالائے دگر

بزمِ ما را احتیاجِ بادہ انگور نیست | زانکہ می باشیم ہر دم مستِ صہبائے دگر

دست زیرِ سنگ تنہا از دلِ جاناں نیم | ز آسماں داریم بر سر سنگِ خارائے دگر

عشق است و کنوں گاہ گہے نالۂ سردے
کو لطفِ بیانش چہ شد آں طبعِ روانش

ثابت بر او کنم چہ وفائے قدیم خویش — بیروں نمود است ز لطفِ عمیم خویش
آخر چگویمت کہ چہ بر من رود بہ ہجر — ہرگز نہ گشتہ ام چو دمے ہم ندیم خویش
عین الیقین ز روئے تو مارا نصیب نیست — تاکے بسر بریم بامید و بیم خویش
گلہائے نو شگفتہ نشد یا ز غنچہ ہا — غماز کردہ ایم بگلشن نسیمِ خویش
زیاد و بیقراریِ ما نیست بے سبب — آخر چہ چارہ بود ز صبرِ عدیم خویش
منت شناسِ جورِ بتاں گشتہ ایم باز — مائیم و بندگیِ خدائے کریم خویش
آزار داد اگہ خیالِ زنخش مرا — محبوس کردہ ام بدل چوں حجیم خویش
مگذر ز جورِ خویش جفا کار گوش دار — بوئے وفا دہیم ز عظمِ رمیم خویش
بینی سرِ سلامتِ من استقامتم — ثابت قدم شدم بر ہِ مستقیم خویش
گوید مدار ہیچ ز من چشمِ عافیت — بیمارِ نرگسِ تو کہ کردم حکیمِ خویش

اے عشق دیدہ کہ جہانے نمودہ ام
حیرانِ نند رستیِ فکرِ سقیمِ خویش

تعالی اللہ اجمالے بعالم کرد مشہودش — تجلی پردہ نورے دراں بینید موجودش
بزلفِ بیقرارِ خود ہمی بینی چہ موجودش — چہ پرسی از دلِ ناکامِ ما زارامِ مفقودش
شبِ زلفش کہ ہر دم با دو چشم جلوہ اندودش — سحر خورشید حسن آمد فرو در ظلِ ممدودش

بے اختیار دل نشود پیش دلبراں — یارب مرا ز لطف خود ایں اقتدار بخش
گر سوز شوق شعلہ رخے میدہی چہ غم — اے کارساز دل ببرم سازگار بخش

بے زر مدار عشق گل داغ مفلسی
از تخم آرزو بدل خود شرار بخش

از دیدۂ نا دیدہ چہ باشی نگرانش[لے] — نداند شناسانش

اقبال ...... بیند — گر دید مسخر ...... ہر دو جہانش
پرشور جہاں شد چو از اں نرگس فتاں — بیدار نشود بخت من از خواب گرانش
قطع نظرم چون نماید زر دو عالم — تیغ ستمے کز دل سخت است فسانش
از سردی بازار وفا ہیچ مگوئید — سودا زدہ را کہ بود سود زیانش
زاں سان دل من سوخت کہ سوز دل دوزخ — گو غیرت فردوس زمیں شد بزمانش
از تیغ نگاہت نتوانم کہ برم جان — ہر چند کہ جوہر بود از خط امانش
آنرا کہ کشی نقش رخ خویش بدیدہ — خالی نتوانی کہ کنی خانۂ جانش
از پائے فگند است مرا شوق رفعت — بے سایہ خدایا نشود سرو روانش
معراج من دل شدہ لے چرخ ہمین است — رفتم اگر از پائے بیفتم بر مانش
زخمم چو کند شکوہ لب تشنگی از تو — از تیر دگر باز تواں بست دہانش
در خوں طپیدم دل چو از اں ترک جفا کیش — با آنکہ تہی گشتہ نہ از تیر کمانش

لے ۔ جہاں کہیں نقطے دیے گئے ہیں وہاں کے الفاظ نہیں پڑھے گئے ۔ ۱۲

در سنبلِ تو غنچهٔ دل تازه گل شگفت
این طرفه عقده که ز بستن کشوده ایم

آئینه کز صورتِ نیکو نموده
ما هم بچشم روئے چو ماهت نموده ایم

کم فهم نیستیم بما بس اشارتے
تا صبح بر در که آیچه تو گفتے شنوده ایم

شد وصفِ بیشمار تو چون از بیان برون
در پردهٔ ثنائے تو خود را ستوده ایم

رنگین کنیم دامنِ محشر ز اشکِ خون
از بسکه گرد دامنِ ناز تو بوده ایم

ضائع نگشت تخمِ امل در زمینِ دل
اے چشمِ ناز دانهٔ گوهر درودہ ایم

هرگز روا مدار ز دکوب تلتش
روئے ادب که بر درِ جاه تو سوده ایم

یاد آن زمان که عشق بمیدانِ امتحان
از هر که بود گوئے سخن ما ربوده ایم

در چشمِ رویتِ تو بر ویا غنوده ایم
هشیار هیچ گه ز تو غافل نبوده ایم

یک بحر اضطراب بعشق تو بوده ایم
کز خرد جز وِ تن کفِ افسون بوده ایم

تاثیرِ گرمِ آهِ سحر آزموده ایم
تا پرده ز آفتاب برخ او کشوده ایم

بے پرده دیده ایم رُخِ پُر حجابِ تو
مشکل ببین ز لطفِ صبا چون کشوده ایم

داتی تو لطفِ خود تو ئی عمرِ عزیزِ ما
آسودگی عمر ز لطفت فزوده ایم

فرقے دلا میانِ حبیب و رقیب نیست
در خلوتے که محرمِ اسرار بوده ایم

اندوهِ عشق از همه شادی چو خوشتر است
دل را ز گردِ کلفتِ دنیا زدوده ایم

لبِ لعلش که خطِ سبز دارد مشک آلودش — فغان زین آتشِ خاموش عالم سوزِ پر دودش

رخش گر مجمرِ خورشید دلِ سوزانِ من عودش — ازین لطفے وفا گردیده و هر سو میرود دودش

دلِ بیچارهٔ ما را علاجے نیست چون باشد — به عشقِ نرگسِ بیمارِ او منظور بهبودش

پس از عمرے مرا خوش کرد زان عهدے که من دانم — شوم قربانِ آن پیمانِ او ان ایفا معهودش

غبارِ راه شد عاشق بدامانِ صبا افتاد — رسیدن تا بدرگاهِ نوابیجان بود مقصودش

چه گریم شوخ چشمِ من بسوے من نمی بیند — چه سود از نالهٔ زارم که آن گل نیست خوشنودش

نگه کن طولِ هجر و ذلتِ بسیار شیدا بین — مپرس از دولتِ جاوید او و بختِ مسعودش

چو رفتم بر سرِ بالینِ بیمارِ غمت دیدم — بذکرِ خیرِ تو مصروف آن انفاسِ معدودش

بدل گردِ غمِ دوران بلائے بود اے ساقی — ز لطفِ تو مئے روشن ازین آئینه بزدودش

مغنی دل برد از من ندانم چون شکیب آرم — بحُسنِ یوسفِ مصری و با الحانِ داودش

رخش در سادگی سوزد دل و جان را نمیدانم — چه خواهد کرد این آتش نمایان چون شود دودش

زبس بیتاب گشتم از خدا خواهم سکوتِ عشق
که تا خون زن بدل شد نالهائے درد آلودش

با قامتِ خمیده کمانے نموده ایم — هر دم ز آهِ تیرِ هوائے کشوده ایم

هر گه بعشق زورِ طبیعت نموده ایم — عاجز شده است فهم بسے آزموده ایم

مستِ نگاه بر سرِ بستر غنوده ایم — از چشمِ پر خمارِ تو غفلت ربوده ایم

دل را شکست سنگِ غمت چون تمام ریخت — زین باده که کم شده مستی فزوده ایم

آبے بروئے کارِ خود آوردہ ام ز اشک — چشمم ہمیں بود کہ ازیں خوب تر کنم
سیرِ عدم دہانِ تو بنمود یارہا — عمرے بچینِ زلفِ تو خواہم سفر کنم
شد خانہ ام سیاہ تر از سقفِ آسماں — از بسکہ دودِ آہ شب و روز سر کنم

شد آں پری بشیشۂ دل جلوہ گر چو عشق
دیوانہ وار از چہ بہر سو نظر کنم

پیرانہ سر تلاشِ مضامینِ تر کنم — پیری و شعر غیرتِ شیر و شکر کنم
ہر دم ز تو تحمل جورِ دگر کنم — ہرگز گماں نبود کہ صبر ایں قدر کنم
دانستہ زو تنجا ملے اے دل شود زمن — باشد کہ از تغافلش او را خبر کنم
در کوئے تو گدا ز تو اکسیر گشتہ ام — اے سیم تن ز بہرِ تو تا فکرِ زر کنم
دانند کہ کامِ تشنۂ دیدار تر شدہ — چشمے اگر بشوق لبِ نوشِ تر کنم
از بس ہنر بہ ہیچ نیرزد دریں زماں — خاموش ازاں شدم کہ نہ عیبِ ہنر کنم

نازم بدستگاہِ خود اے عشق در غمش
گر چشم و دل تدارکِ صد بحر و بر کنم

چندانکہ من بروئے دلارا نظر کنم — حسرت بدل ز دیدنِ تو بیشتر کنم
گویا کہ خامۂ خطِ شوقِ تو گشتہ ام — حرفے نہ سر کنم ز تو تا چشم تر کنم

گلہائے تو شگفتہ شود باز غنچہ ہا
آہے اگر رفیقِ نسیمِ سحر کنم

داردزمینِ سوختۂ دل چہ آبلہ — بیکار و کشت ایں ہمہ خرمن درودہ ایم

برفرقِ سخت جانی خود خاک کردہ ایم — سوہانِ نفس شد و ہمہ الماس سودہ ایم

ببنیم طاقتے گرائے دل بخوابِ ناز — گشتیم نقشِ فرش براحت غنودہ ایم

داریم چشمِ عفو خطائے چو رفتہ است — باخود نبودہ ایم اگر با تو بودہ ایم

در دست ما زخامہ جادو فریبِ عشق
آمد کلید و زاں درِ دلہا گشودہ ایم

خالِ ترا کہ مردمکِ چشمِ تر کنم — نقشست چگونہ دور ز پیشِ نظر کنم

پرواز شوقِ شمع مرادِ نظر کنم — پروانہ وار آتشے در بال و پر کنم

حرفم بوصفِ زلف شود عقدۂ دگر — زیں نافہ ہائے مشک چہ خوں در جگر کنم

برشمع داغ شوقِ تو پروانہ گشتہ ام — کے خویش را ز لذتِ وصلت خبر کنم

نازم بہ ضعفِ خویش کہ اندر ہوائے شوق — پرواز ہا بسوئے تو بے بال و پر کنم

بازارِ حسنِ خود چو کند گرم آں نگار — سودائی نظارۂ من ایں چشمِ تر کنم

ترس و ہراس اہلِ ہوس را مسلّم است
عاشق شدم چو عشق چہ پروائے سر کنم

تاکے در آرزوئے تو خوں در جگر کنم — بگذار تا بروئے تو یک دم نظر کنم

از سوزِ دل چو قصۂ شوقِ تو سر کنم — درخامہ جائے حرف سراسر شرر کنم

چشمِ عنایتِ تو جدا نیست از رقیب — من تا کجے ز دیدۂ حسرت نظر کنم

منتِ لطف و کرم بر سرِ شیدائی نیست — این قدر ہست کہ احسان جفا می بینم

گر ادائی نہ کنی وعدۂ بسیار بزود — بہرِ خود آں ہمہ سامانِ قضا می بینم

دُور اندیش چو بازیگرِ چرخ است کنوں — کے [1] دعا می بینم

تو خدا نبیؐ . . روئے بتانِ من زاہد

آسود نگردم نہ ز رفتار نشینم — تا آنکہ بخویش آیم و با یار نشینم

از کوئے تو با دیدۂ خونبار برستم — در بادیہ خوشحال بگلزار نشینم

من سرمہ و ہر کفش قدم چشم دریں راہ — در شوقِ کفِ پائے تو ہموار نشینم

صد شکر کہ زیں داغ کہ زد بر سرِ من پاس — در پائے گلِ تازہ بے خار نشینم

آں زلفِ گرہ گیر مرا رشتۂ جاں شد — فارغ ہمہ زیں سبحہ و زنار نشینم

عمریست کہ داغِ دلِ خوں گشتۂ خویشم — چوں نالہ دمے بر سرِ منقار نشینم

در کوئے تو چوں باد ہوا تند بود آہ — زنہار ندانم کہ چو مقدار نشینم

وا رفتگیم خواب شد و کیست معیسّر — خواہم کہ دگر با دلِ بیدار نشینم

روئے دلِ خود کز دو جہاں سوئے تو کردم — بیکار نشینم ہمہ در کار نشینم

رفتن نتوانم بسرِ ساقی و ساغر — در شوقِ نگاہِ تو کہ سرشار نشینم

مانندِ نفس گرم رہِ عشق چو گشتم

---

[1] جہاں کہیں نقطے دئیے گئے وہاں کے الفاظ پڑھے نہیں گئے ۱۲

حسن چوں عشق چو در بندِ حیا می بینم
چشمِ جانان و لبِ خویش نه وا می بینم

چشم هر حلقه که در زلفِ رسا می بینم
در تماشائے رخت رو بقفا می بینم

کس ندیده است و مبادا که به بیند گاہے
آنچه از دیدهٔ مشتاق شما می بینم

دل چوں سنگِ بتان آتشے وا از دلِ من
گر بگویم که درین شیشه چها می بینم

همه تن سنگ شدم داغ چنیں می باید
بوفا داری خود از تو جفا می بینم

داغِ ناکامی دل تیرِ سپر میگردد
در کفِ خویش چو شمشیرِ دعا می بینم

نکهتِ گلشنِ امید کجا رفت کجا
مشتِ خاکیست که در راهِ صبا می بینم

بے سر و پائی من نیز بجائے برساں
اینکه محتاجِ درِ شاه و گدا می بینم

چیں به پیشانی و لب پُر ز تبسم چه بُود
هر دم اے شوخ ترا تازه ادا می بینم

کس ندیدست بلے سوزشِ عشقت اینجاں
جلوهٔ حسن ترا در همه جا می بینم

دلخراش است بسے نالهٔ زارت اے عشق
در سخن گرچه ترا هرزه درا می بینم

کینهٔ تو به که در جانِ وفا می بینم
گل این فتنه بدامانِ هوا می بینم

خوبرویانِ جهان را همه دیدم امّا
خوبی و ناز و ادا از انِ شما می بینم

یاس را امید بهم فوج کشیها دارند
این دلِ تنگ چه میدانِ وغا می بینم

جلوه پردازی تو گرچه پسِ پرده بود
عالمے را همه حیرانِ لقا می بینم

سرد مهری بتِ من چه اثر کرد به من
دل تنورے شد و طوفانِ بکا می بینم

چوں جز بخجالت نروم من چہ تفاوت — در بزمِ تو گر اندک و بسیار نشینم

از شرمِ حجابِ تو اگر دیدہ بہ بستم — صد شکر کہ در گلشنِ دیدار نشینم

بر توسنِ شوقِ تو دریں راہِ خطرناک — چوں رفت مرا طاقتِ رفتار نشینم

این است فروغِ منِ مہجور کہ ہر شب — چوں شمع ز سوزِ دلِ خود زار نشینم

رازِ تو شدم چیست مقامیکہ در آنجا — فارغ ہمہ ز اندیشۂ اظہار نشینم

عشق است مرا پیشہ ہوس شیوۂ اغیار — در زمرۂ کفار چہ دیندار نشینم

بیہودہ بسے گشتہ ام اے عشق بہر سو

زیں پس بدرِ حیدرِ کرار نشینم

گشتم ز ہنر بسکہ گرانبار نشینم — یوسف نفروشم سرِ بازار نشینم

از جور و جفائے تو کہ رفتن نتوانم — در بندِ وفائے تو گرفتار نشینم

سودائے تو جائیکہ نباشد نبود آہ — در آتشِ ایں گرمیِ بازار نشینم

کارِ من وارفتہ سرِ وصلِ تو باشد — ہر جا کہ نشینم بسرِ کار نشینم

سرگشتۂ شوقم نہ نشینم چہ نشینم — بر خاکِ رہِ آں بتِ عیار نشینم

از قصدِ عذابم چہ بود گر بدر آئی — بحکمِ تو بر خانۂ گنہگار نشینم

اے غیرتِ سرچشمۂ کوثر ز لبِ خویش — دریاب کہ بس تشنۂ دیدار نشینم

مشتاقیٔ دیدار مرا مانعِ رفتار — خیزم چو ازیں در بپئے دیوار نشینم

عمریست کہ رفتم ز دلت ہمچو ترحم — تا کے بدرت شوخ دلِ آزار نشینم

یک دم نبود بیش چہ بسیار نشینم

رفتم کہ دراں کوئے سبکسار نشینم
چوں سایہ گراں سر پسِ دیوار نشینم

بیکار نشستن بدرش گرچہ فضولی است
باشد کہ شود راست مرا کار نشینم

از غیب مگر عقدۂ کارم بکشاید
بیدل شدہ ام بر درِ دلدار نشینم

با گرد خرامت برسد شورِ قیامت
مگذار کہ در حسرتِ دیدار نشینم

از عشق و وفا ہا کہ نمودم بدرِ او
یک چند پئے دیدنِ آثار نشینم

حرفے نکنم گوش و نگویم سخنے آہ
بے یار نشینم کہ دل افگار نشینم

خواہم کہ ترا آئینۂ دل بنمایم
بسیار چنیں سادہ و پرکار نشینم

در کوئے تو چوں با دلِ وارفتۂ خود رہ
بنمودہ ام اقرار بانکار نشینم

سی پارۂ دل در بغل و ہیچ نگویم
بنگر کہ چہ با دفترِ اسرار نشینم

زنگار شود جوشنِ آئینہ ام ایکاش
تا کے ہدفِ ناوکِ انظار نشینم

ہر لحظہ ببزمش کہ بود رزم گہِ عشق
آساں روم و آہ چہ دشوار نشینم

در خانۂ خود بے تو اگر یار نشینم
بیزار جہا از در و دیوار نشینم

ہمدردِ خود اے آہ ندیدم چو کسے را
غیر از دلِ خود با کہ بگفتار نشینم

انگشت نما میکندم مشعلِ آہم
گر بر رہِ تو ہم شبِ تار نشینم

برخیز و برو می شنوم گرچہ ز ہر سو
ناچار دراں کوئے بصد عار نشینم

بازست مرا دیده براه تو ز عمری — مشتاقی نظاره نگهدار نشینم

پنهان دو دم بسکه براه تو خموشی

چون بوی برنگ گل اظهار نشینم

هر چند خواستم که ترا مهربان کنم — از سعی خویش بیش ولی بدگمان کنم

دستی بران کمر زده ام تا روم ز دست — این پیچ و تاب در کمر از میان کنم

تا نفس گسسته نماید ز یاد او — آن رو کجا که آئینه امتحان کنم

هرگز نمی شود هنرم عیب دشمنان — گر عیب خویش را هنر دوستان کنم

گردم خیال تا صدو شکم کباب کرد — اشک ندامت است که هردم روان کنم

رنگینی است لازم سرسبزی نشاط — این نکته را قیاس من از زعفران کنم

رنگینی سخن نبود خوبتر ز درد — بوی کجا ز رنگ گل ارغوان کنم

در بحر شوق کشتی دل می کنم روان — یا رب امان بده که زبان را دهان کنم

گر کار بر تو سخت گرفتم دلا بعشق — هم کار دان ترا کنم و کامران کنم

آن زلف و خال را که بیک چشم دیده ام — در عشق پاس خاطر خرد و کلان کنم

ای عشق غم تراشی من کوه کند نیست

فرهاد وقت خویشتنم و شیرین زبان کنم

دل را تهی ز درد تو جانان چسان کنم — تا کی زبان بشوق تو عاجز بیان کنم

بر دود آه گرم نگاهی نمی کنی — زین ابر تیغ برق ترا در میان کنم

رنگینیِ طبعِ خوش اطفال نمایم — چون لاله که در دامنِ کہسار نشینم

نازم که گلِ محشرِ من این خارِ من شد
تا عشق درین بزم چه گلزار نشینم

از چشمِ تو ساقی نه بانکار نشینم — در صومعه بنشینم و میخوار نشینم
دنیا همه دوزخ شده زین جوشِ خلافت — گر صلح کنم پیشه، بگلزار نشینم
از جان نروم هیچ بصد عشوهٔ دنیا — در شوقِ نگاهِ تو که ہشیار نشینم
مهرِ رخِ تو گشته ز هر ذرّه نمایان — زین ضعفِ بستر تا دمِ دیدار نشینم
همدردِ مرا کیست بجز ذاتِ مسیحا — در عشقِ لب و چشمِ تو بیمار نشینم
در خوابِ تغافل که تو داری چه نماید — چون منتظرِ وعده و اقرار نشینم
روشن ز رخت برج کدام است ندانم — اے ماه چه شبها که نه بیدار نشینم
عیشِ دگران را بچشم از چه منغّص — هر جا که روم با دلِ افگار نشینم
از جانِ خود و حیلهٔ جهان بگذرم اما — هرگز نه جدا از تو دمے یار نشینم
فرمانِ تو بر جانِ منِ خسته روان است — تکلیف مرا ده که روادار نشینم

با عشق سخندان که وهد داد بیان را
بنشینم و با دفترِ اشعار نشینم

با طبع چو یوسف سر بازار نشینم — بنشینم و چون صورتِ دیوار نشینم
هر خار درین دشت شود تشنهٔ خونم — هر جا که نشینم پئے ایثار نشینم

گرچوں شرر جہم ز دلِ ہمچو سنگِ تو — ارزاں براہِ شوقِ تو خوابِ گراں کنم

از صحبتِ گراں بحر افتم گراں چرا — زیں شرم آبِ آتشِ رنگِ بیاں کنم

آوارگیٔ ریگِ رواں طرح تازہ کرد — فکرِ رسا لطبعِ رواں ہمعناں کنم

نے من سخن شناسم و نے نکتہ ورِ دلے
خود را برائے عشق ہمیں ترجماں کنم

بے اختیار نالہ و آہ و فغاں کنم — سامانِ فاش کردنِ رازِ نہاں کنم

بر سوزِ داغِ ہجرِ تو صبر و شکیب چیست — خواہم کہ پردہ داریٔ مے از کتاں کنم

بانگِ نمازِ زہّاد و نیازِ سبو کشاں — فریاد ہا کہ بر درِ دیرِ مغاں کنم

صیاد دلفریب و قفس دلکشا چناں — محو از خیالِ گلشن و ہم آشیاں کنم

گشتم غبارِ خاطرِ یوسف جمالِ خویش — گردے نیم کہ پیرویٔ کارواں کنم

یاد رخ و نیست از دل وارفتہ ام برین — آں سیر ہا کہ خارجِ کون و مکاں کنم

گر دستگیرِ ضعفِ نزاکت نمی شود — افتم ز پائے و تا ز ترا سر گراں کنم

از لطف گاہ گاہ تسلی نمی شوم — تا کے فغاں ز درد و غمِ جاوداں کنم

لطف و غضب بود گلِ رعنائے باغِ حسن — نظارۂ بہارِ خوشِ این و آں کنم

از بسکہ رشکِ قاصدِ خود می کشد مرا — زیں پس روانہ پیشِ کسے پیکِ جاں کنم

از شعرِ عشق سامعہ افروز می شوم
زیں خوبتر چہ تحفۂ ہر نکتہ داں کنم

سرکش نمود دُرد کشی ہائے چشمِ او / خود را چگونہ داخلِ دُردی کشاں کنم
آزردگی برنگِ گلِ تازہ خندہ زن / در حیرتم چہ چارۂ زخمِ زباں کنم
از ہر غمم تو گریۂ شادی فزوں ببیا / سیلے زکوہِ صبر بدیں ساں رواں کنم
کارے ز چرخ نیست غرورِ نیاز را / پامالِ گردِ خویش برآں آستاں کنم
سرتا بپائے حسرتِ دیدار گشتہ ام / دل را ز دیدنِ تو کجا شادماں کنم
بہرِ شگفتگی نفسِ بلبلاں بس است / خواہم نسیم دور از یں گلستاں کنم
چوں قصۂ فراق نشد از بیاں تمام / خاموشی گزینم و صد داستاں کنم
نا قدر دانِ جاں نبود کس چو من کہ من / جنسِ گراں بہائے سخن رائگاں کنم

از فرطِ ضعف بسکہ چو رازِ نہاں شدم
من رازِ عشق را نتوانم نہاں کنم

جاں ہمدمِ عزیز و چہ بر دل گراں کنم / ہر دم ز دردِ عشق ز نو تازہ جاں کنم
راہے کشادہ سوئے تو گردد یقیں مرا / از بے نشانئ تو طلب گر نشاں کنم
گوئی بباغ حسرتِ لعلِ تو بلبلم / عمرے بسر چناں کہ بشور و فغاں کنم
پُر از گلِ بہار کنم دامنِ خزاں / مانندِ غنچہ خندہ اگر یک دہاں کنم
داغِ فسردگی خزاں گشتہ ام کجا / دیگر گلے شگفتہ دریں گلستاں کنم
ابرِ غمم نگاہ کہ دارد ترشّحے / از قطرۂ تشفئ دریا کشاں کنم
ہمچوں زباں مرا بتو اعتبارِ دل / بیاں کجا کہ محرمِ رازِ نہاں کنم

گم گشته بدشت کسی کی فتد عبث — هر دم ز داغ عشق تو بر دل نشان کنم

تیر دعا کجا هدف مدعا کجا — خود را چه گوشه‌گیر برنگ کمان کنم

گر چشم یار می کند امداد گردشی — ای دل تلافی ستم آسمان کنم

جا تنگ گشته است بدرد و شکست ازان — خواهم تهی ز ناله نی استخوان کنم

از شرم سرگرانیٔ نازِ نزاکتش — چون زور ناتوانیٔ خود امتحان کنم

پاداش ملتی که نهد عشق از ستم
جان هم فدای آن صنم دلستان کنم

تا از گداز عشق تو روشن بیان کنم — شمع دماغ سوز جهانی زبان کنم

مست شراب عشق شود شاد و در غمش — بنگر که گریه نیز تبسم کنان کنم

بگذشت[1] موسم بهار و زمان خزان رسید — زین چشم اشکبار تماشه همان کنم

گلچین باغ حسرت نظاره هم نیم — از بسکه پاس خاطر ای باغبان کنم

پیری رسید خواهش عیش و نشاط چیست — رنگینیٔ بهار رخیان در خزان کنم

زین هوش سا قبا چه خطرهاست در کمین — لطفی بمن که میکده دار الامان کنم

صد رخنه کرد بر هدف آرزوی دل — دست دعای خویش که تیر و کمان کنم

کاری ز چشم و گوش و زبان و دلم نشد — در حیرتم چه شکوه وضع جهان کنم

در گرد راه منزل مقصود گم شدست — یا رب چه فکر غارت این کاروان کنم

---

[1] غالباً لفظ "شد" یا "شد" از سهو کتابت بجای "بگذشت" نوشته ـ ۱۲

آتش بسینه دارم و دودے ازاں کنم — زاں آسماں فلک زده ایں آسماں کنم

چرخِ ستم شعار ز برقے کجا کند — زیں آه و سرد آنچه منِ ناتواں کنم

از نورِ داغِ عشقِ تو تابم چو ذره — مانندِ آفتاب مسخر جہاں کنم

ہر دم غمِ تو گرچه فزوں از فزوں شود — شادم ازیں که من نتوانم عیاں کنم

صبرم ز دست رفت بیا ناصحا بیا — تا گرم تر ز منعِ تو دل را فغاں کنم

زاہد اگر تو عاشقِ حورِ جناں نۀ — صد توبه من ز دیدنِ روئے بتاں کنم

مجنونِ فصلِ گل ز چه بیکار مانده است — من کار ہا ز دیدنِ ایں کودکاں کنم

مشتِ غبارِ من ز پئے رہبری بس است — زآوارگی ہزار اگر کارواں کنم

از من نماند گرچه بجز مشتِ استخواں — در عشقِ تو گدازم و مغزِ استخواں کنم

اخلاصِ عشق ہست ز اظہار بے نیاز — خود را چرا بر مژه تہمت کشاں کنم

ممکن نشد که داغِ دلِ بیقرارِ عشق
مہرِ لبِ زبانِ ملامت گراں کنم

از شرمِ عشق مہرِ ادب بر دہاں کنم — با خویش چشمِ شوخ ترا ہمزباں کنم

رنگِ بہارِ وصل ز یادم نمیرود — ہر دم که خونچکاں بجدائی فغاں کنم

تدبیرِ ما ز گفتنِ رازش ہمیں که من — لختے ز دل بگیرم و آں را زباں کنم

گم نامیم بعشق شناسد چو عارِ خود — پیدا برائے خویش چه نام و نشاں کنم

از دورباشِ نالهٔ آتش فشانِ خویش — برقے نیافتم که خس آشیاں کنم

درچشم آنکه (گاه)[1] تو مهماں شوی دریں — خالی چها مکانِ دل از این و آں کنم

از شورِ خندهٔ لبِ شکّر فشانِ او — صد داستانِ غم بخموشی بیاں کنم

عمریست گرچه یار ز من جمله غافلی — مبرم اگر نباید ترا یک زماں کنم

دارد بکارِ خویش همائے خدنگِ او — خواهم که خویش را همه تن استخواں کنم

درچشمِ شوق بس که نگه خار گشته است — در حیرتم چه کار دریں بوستاں کنم

شمعِ مرادِ من تو چه گرمِ تغافلے — هرچند سوختم همه دودِ هماں کنم

قسمت نگر که دوست نگردید دوست است — ایں دوستی بکامِ دلِ دشمناں کنم

جانِ منی و دل شده دولتسرائے تو — هردم چه جستجوئے از ایں و از آں کنم

داغیکه چشم داشت دلم از مهی کنوں — چشم و چراغِ روشنِ هر دو دماں کنم

رونق فزائے دل شده نیرنگهائے عشق
زیں باغ دور رنگِ بهار و خزاں کنم

از دُور سجده هم چو فلک هر زماں کنم — آلوده کے ز بوسه من آستاں کنم

دل را یقیں ز وعده چه خاطر نشاں کنم — آیینهٔ وصالِ تو تا کے گماں کنم

عمرِ دوباره وصلِ تو بخشد اگر مرا — پیرانه سر چه فخر ز بختِ جواں کنم

چوں منزلِ نخست طلب هست بیخودی — گم گشته ام که رهبریِ سالکاں کنم

از رشکِ نقشِ پائے چو پُر داغ شد دلم — چنداں طپیم که راهِ ترا بے نشاں کنم

له ۱ - غالباً لفظ "گاه" در مسوده متروک شده - ۱۲

اوّل دہانِ خویش بہفت آب شستہ ام — از نامِ او کہ خشک پیاپے زباں کنم

خوش مصرعے چو بیت بدیوانِ باغِ عشق
آہے بزیرِ سایۂ سروِ رواں کنم

بیش از شمارِ شکوۂ جورش بیاں کنم — اندیشہ می کنم چہ من کم زباں کنم
دانم کہ از کشاکشِ شوقِ وصالِ تو — بگسستہ عاقبت زتنِ خود رواں کنم
افتد بدست گر سرِ زلفِ درازِ او — از دل چہ گوہر یکہ دریں ریسماں[1] کنم
از شہرِ ہوشش تا برِ پیرِ مغاں برم — بنیائے عیش ہر دو جہاں ارمغاں کنم
ایں است گر نوازشِ ساقیِ روزگار — دل خون در آرزوئے مئے ارغواں کنم
سنگِ نشاں براہِ تو شد سخت جانیم — کے سنگِ راہِ وصلِ تو خوابِ گراں کنم
باشد چہ آتشے بدلم شعلہ زن کزاں — بر چرخِ تیرہ فام گماں دخاں کنم
در ہجرِ جوشش داغِ گریہ وزیم مپرس — اخترشمار دیدۂ گوہرفشاں کنم
ہرگز گماں نبود کہ اسرارِ عشق را — رسوا نداشتہ بکسے درمیاں کنم
یکبارگی بکارِ زباں گر کنم خوش است — جان و دلیکہ بر سرِ کارِ زباں کنم

روشن سوادِ حسنِ خطِ او دلم شود
در مکتبِ تو عشق اگر درس خواں کنم

وصفِ ترا کہ لذتِ کام و زباں کنم — خوش لقمہ بود کہ زیاد از دہاں کنم

---

[1] ـ تار باریک کہ از پیلہ برآید - ۱۲

دانند پے بمنزلِ مقصود بردہ ام — از آسماں کہ روئے بآں آستاں کنم

خونم حلال دخترِ رز می کند ازاں — من ہم حرام دانم و عقدِ رواں[1] کنم

آلودہ از شرابِ نشد دامن لبم — ہردم چو مستی ز دلِ خونچکاں کنم

بارِ نشاطِ ہر دو جہاں از سرم فگند — از دردِ بس گرانِ تو کے دل گراں کنم

زیں چشم و دل[2] ہمہ ناکام ماندہ ام — نامے بلند کاش طفیلِ زباں کنم

دردِ دل ست باعثِ تاثیر در سخن — ایں نالہائے زار ز دردِ گراں کنم

در مجلسے کہ گوش تواں شد زباں مباش — ارشادِ صاحب ست کہ وردِ زباں کنم

ازبس کہ تنگ تر ز دہانش دلم نشد
خوشتر ہمیں کہ عشق سخن زاں دہاں کنم

یکبار گفتی کہ منت روئے بدیدن نہم — گوش کُن من بخود ایں حرف شنیدن نہم

آہوئے چشم ترا کز دلِ من صبر ربود — از نگہ دام کنم باز رمیدن نہم

تا پریشاں نشود بوئے ہواداریٔ من — باد در کوچۂ زلفِ تو وزیدن نہم

گر رسد زاں گلِ رخسار مرا بوئے وفا — رنگ ز چہرۂ امید پریدن نہم

از دل چو رشتم ریختہ شدی اے ظالم — توبہ کردم کہ دگر آہ کشیدن نہم

کارِ بسمل نبود رقص روانی ہمہ دم — دلِ خوں گشتہ خود را بہ طپیدن نہم

---

[1] ۔ عقدِ رواں بمعنی ۱۲

[2] در مصراع اول غالباً حرف "کہ من" متروک شدہ ع۔
زیں چشم و دل "کہ من" ہمہ ناکام ماندہ ام۔

در حیرتم چگونه شد این درد و داغِ او — رازِ مرا که من ز دلِ خود نهان کنم

بازارِ ناز گرم و منم تا جز نیاز — سودای سود چیست چه فکرِ زیان کنم

تا گشته ام محبتِ خضرِ لبِ توام — سیرِ بهارِ زندگیِ جاودان کنم

تیرِ ستم بسنگِ شکیبم همی خورد — بیتابیی بهانه پئے امتحان کنم

رسوائے عالمے تو چه پرسی که چون شدم — آیینهٔ رخِ تو چرا رازدان کنم

گردم هلاکِ فهمِ رسائی معاصران — دانسته خویش را نه اگر بیزبان کنم

خون کرده ام بسینه دل و در دهان زبان
زین گونه عشق بین که چه رنگین بیان کنم

محکم حصار گرچه من از استخوان کنم — لیکن مقامِ دردِ ترا مغزِ جان کنم

شیرین چه با لبانِ رطب کامِ جان کنم — زخمِ تو چون معاینهٔ استخوان کنم

یارب مباد همچو مے از شیشه جلوه گر — چون سنگ آتشے که ز مردم نهان کنم

این است ترکتازیِ آن شهسوار اگر — بیرون ز دستِ صبر و تحمل عنان کنم

ایمن نمی شوم ز شبیخونِ شوخیش — هر چند دوربین نگهِ دیده بان کنم

بر هر نشانِ دوست روم راه همچو تیر — زین بارِ غم اگرچه قدِ خود کمان کنم

ترسم بکارِ عشق نشود عقده دگر — دامانِ سعی را که گره بر میان کنم

غمهائے عشق تشنه جگر چشمِ تر مدد — آبِ سبیل ناپئے این کاروان کنم

گردابِ حسرتِ نازِ تغافل کنی مرا — چون من کناره زین کرمِ سرگران کنم

کے تواں شستن بصد خم بادہ او دریا کشاں — دامن زہد کہ از گرد ریا آسودہ ایم

مشت خاک ما پریشاں شد ولے ضائع نشد — گرد ہستی را از یں آئینہ ہا بزدودہ ایم

رتبہ نقش قدم حاصل نشد قسمت ببیں — گرچہ عمرے بر درش در سجدہ فرسودہ ایم

شوق دیدارش چہ خواب راحتے خواہد نمود — دیدہ آئینہ گشتیم و گہے نغنودہ ایم

خون صد حسرت بدل حل شد بہار ما نگر — کیمیا سازیم خزانیم و طلا اندودہ ایم

از جبین خود کہ مہر سجدہ تسلیم شد — صندلے از بہر درد خود سر ہا سودہ ایم

ایں غزل را پایہ آمد ہمسر عرش بریں — زانکہ از فکر رسا ہفت آسماں پیمودہ ایم

امتثال امر با تاکید مظہر[1] بود عشق — ورنہ بر قانون خود ما ایں غزل نسرودہ ایم

امتثال امر مظہر از ادب بالاتر است
ایں غزل البتہ باید گفت ما فرمودہ ایم

فرصت ز درد کو کہ زنم سر بسنگ ہم — گنجائشے ندادیم عیش تنگ ہم

اے از تلون تو چمن حال زار من — تا روز حشر رنگ نہ ریزد بہار من

اے گل زمین کوئے تو دار القرار من — ممکن بصد عذاب نباشد قرار من

بر وعدہ تو بود چو دار و مدار من — کس را نماند ہیچ دگر اعتبار من

تسکیں نیافت ہیچ دل بیقرار من — تا سرمہ را نہ دیدہ بچشم از غبار من

باغ و بہار ساز دل داغدار من — نقشے است پر مراد دل من نگار من

---

[1] یہ حضرت مظہر جان جاناںؒ (م ۱۱۹۵ھ) تو ہو نہیں سکتے البتہ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ سلام رسول خان نواب کرنول کے دربار سے متعلق مظہر جو بعد کو حیدرآباد دکن میں یہاں ملازم ہو گئے تھے (گلزار آصفیہ ص ۴۲۵) عمیر یافعی

دستِ شوقت کہ مرنیزا و دلا در کار راست ‏— گر جنوں ہست مرا سینہ دریدن ندہم
آنچہ گفتم بتو ایدل نشنیدی ہرگز ‏— بمرادیکہ ترا ہست رسیدن ندہم
آبرویم ہمہ بربا د دہد طفلِ سرشک ‏— حیلۂ سازم و ہر سوئے دویدن ندہم
گو بیالائے بخونِ دلِ من پنجۂ خویش ‏— پشتِ آں دستِ نگارینش گزیدن ندہم

آبروہم چو ہلالش چو کند ایمائے
برجگرِ عشق ترا لعل بریدن ندہم

وانشد دلِ بیخبر از عشقِ او تا بودہ ایم ‏— قفلِ ابجد را بنامش عاقبت بکشودہ ایم
در تماشائے بہارِ حسرتِ دل بودہ ایم ‏— بلبلِ رنگیں گلِ ہر نغمۂ نسرودہ ایم
چوں گہر زیں شرم سرتا پا بعرق آلودہ ایم ‏— عقدہ از کارِ آں بندِ قبا نکشودہ ایم
راز دارِ خامشی در گفتگو ہا بودہ ایم ‏— حرفِ ما سربستہ باشد گو زباں نکشودہ ایم
رائگاں در عشقِ جاناں نیست مشقِ لاغری ‏— کم[1] زتن چند آنکہ برجاں خود افزودہ ایم
قلبِ ما ہیتِ یلے در عشقِ او در کار نیست ‏— از برِ آرام چوں دل با تپش آسودہ ایم
چشم خوابِ وصل (دیدہ)[2] نیست گر بختِ سیاہ ‏— چوں نگاہِ یارِ ما ہشیار زخوابِ آلودہ ایم
ناسزا بسیار از و از ما نیازِ بیشتر ‏— ناز بر خود می کنیم و عاشقی فرمودہ ایم
جوش زد موجِ شکر خندہ و شکر آبی نماند ‏— با دہانِ او نمک آتازہ چوں بنمودہ ایم

---

[1] "کم ز تن چنداں کہ برجاں خویش را افزودہ ایم" باید تا کہ وزن مستقیم شود - ۱۲

[2] "چشم خوابِ وصل دیدے نیست گر بختِ سیاہ" باید - ۱۲

حُسنِ معانی است دریں پردہ جلوہ گر
آئینۂ بیانِ سخنِ آبدارِ من

اے عشق فخرِ حسرتِ جاوید گشتہ ام
ممنونِ پُرسشے نشد احوالِ زارِ من

چوں گردباد شوق نو باشد حصارِ من
دیگر کجا فرار بگیرد غبارِ من

با قربِ معنوی چہ بود بُعدِ ظاہری
از من کنار گیر و بیا در کنارِ من

عمریست گرچہ مستِ مئے ہوش بودہ ام
بشکست چشمِ او بہ نگاہے خمارِ من

جز خواہشِ تو مطلبِ دیگر مرا نبود
از بس فتاد با چو تو خود کام کارِ من

چنداں سبک شدم کہ برفتم ز خاطرش
ضعفم گرفت عاقبتِ کار بارِ من

زاں شرمگیں نگاہ مکن نالہ نارسا
پنہاں مرا ز نہانِ تو بیں آشکارِ من

تا عشق آبیار رسید کشتِ دل نسوخت
امید بر نداشت مگر شعلہ کارِ من

از داغِ فرقتش چہ بہار است جلوہ گر
خونش جلوہ نمود و نہاں شد شرارِ من

اے سادہ رو بآئینۂ نقش جہت مستم
گاہے نشد بغیرِ تو نقشے دوچارِ من

ہردم ز خونِ پاکِ شہیداں چو شوید یش
رنگِ حنا نماند بدستِ نگارِ من

در حیرتم کہ عشق رہا چوں نمی شود
از قیدِ لفظ فکرتِ معنی شکارِ من

آئینہ ایست پُر ز صفا انتظارِ من
کے از دلِ تو دور بگردد غبارِ من

دارم سرِ نظارۂ گلزارِ تازہ
زیں پس شکستہ و پائے نگارِ من

موجے ز بحرِ حسرتم و جوشش کارِ من — جز من ولے کسے نفتد در کنارِ من
شب ہا ز بس نمود بمن ہجرِ یارِ من — روز شمار کے برسد در شمارِ من
از دور بین آئینۂ انتظارِ من — می بینم بخویش چہ نزدیک یارِ من
مشکل اگر طلب کنم گلعذارِ من — چوں راہِ من ادب بود و نیز خارِ من
دل را نمود خوں دہنِ تنگ یارِ من — از غنچہ نگر کہ کند گل بہارِ من
در دستِ عشق او چہ بود اختیارِ من — تدبیر و عقل ہیچ نیاید بکارِ من

بر حسنِ خود چرا نکند ناز یارِ من
از عشق اوست ایں ہمہ گرافتخارِ من

آخر چہ پرسی از من و از روزگارِ من — بیحد چو وعدۂ تو بود انتظارِ من
بر عمرِ خویش ناز کند مرگ انتظار — عارِیت زندگی مستعارِ من
از بہرِ من چنانکہ تو ہستی بکارِ خویش — من نیز ہم برائے تو باشم بکارِ من
رفتم ز خویشتن کہ سفر در وطن کنم — جز من مباد ہیچ مرا یادگارِ من
ہرگز خیالِ غیر بخاطر نمیرسد — نالم ہمیں کہ یار نگردید یارِ من
زیں چشمِ اشکبار و زفریادِ خونچکاں — مشکل بہ بزمِ عیش تو گردید بارِ من
رنگِ طپیدنم چہ قیامت بہار داشت — چوں بوئے گل بباد گرو شد غبارِ من
آزردہ از تو نیستم اے یار زینہار — زنہار خوردن تو بود زینہارِ من
مانندِ سایہ زو نتوانم جدا شدن — باشد عنانِ من بکفِ شہسوارِ من

اے قاصدِ دلسوز دراں بارگہِ ناز — شو ہیچ و بار رسانش خبرِ من
شیریں بکند تلخیِ دشنام دہانش — بے چاشنیِ بودنِ شیر و شکرِ من
عمریست کہ شد بندِ قفس طاقتِ پرواز — بیتابیِ شوق است کنوں بال و پرِ من

نازم بسخن عشق رسید است بدستم
میراثِ گرانمایۂ جدّ و پدرِ من

ہر سو رود آں شوخ و نشنید بسرِ من — فریاد ز آوارگیِ در بدرِ من
با ایں ہمہ وارفتگی از جائے نرفتم — گوئی کہ مقام است بمنزل سفرِ من
چوں شعلہ چو گشتم ہمہ تن گرمیِ پرواز — بگرفت بر از شوقِ گلے بال و پرِ من
گل کردہ دریں باغ منم سرو چراغاں — برگم ہمہ از شعلہ شرر خوشہ ثمرِ من
زلفِ کہ بود آنکہ سیاہی زند از تو — اے وائے دلِ گم گشتۂ گردش گہرِ من
مہر از دلِ او رفت و گرفت است دلم را — از سنگدلے را آئینہ بباید شررِ من
سر تا قدمم محوِ تو اے قاتلِ عالم — تیغت نتواند بکند قطعِ سرِ من
چوں کوہ تحمل شدہ ام بار کہ باشم — جز من کہ بود آنکہ فتد از نظرِ من
در چشم نگاہے شدم آہے و برفتم — تا گوش کنی قصۂ بس مختصرِ من
اندیشہ ندارم کہ بعشقِ تو زند جوش — طوفانِ سلامت ز محیطِ خطرِ من

غواصیِ فکرِ تو دریں عشق خیال است
دریائے پُر از آبِ گہر شد ہنرِ من

در دشت غم اگرچه غریبانه فتاده ام
یارب چه بے صدا شده کوه وقار من

از غفلت ربوده ام من آفتے چه خوش بود
چشمے براهِ حلقهٔ چشم و کنارِ من

روپوش بسکه گشته ام از چشم پوشیش
یکرنگ بوده اند خزان و بهارِ من

شد امتیاز خون ز تمنا رهِ درد عشق
گردِ لبش کنید دلِ داغدارِ من

امیدِ استوارِ من عهدِ سست او
بر خود گذاشتند سراسر مدارِ من

فرصت نشد که شکوه ز کم فرصتی کنم
بیکار بس که می گذرد روزگارِ من

زحمت دهِ خزان نشود نخل آتشیں
افتاده در بهار همه برگ و بارِ من

در سینهٔ جنتم که گرفتارِ دوزخم
از یادِ من برون نرود گلعذارِ من

در عرضِ آرزو نکنم عشق کوتہی
باشد شود قبول یکے از هزارِ من

آویزه گوش دل و جان شعرِ ترِ من
گر بحرِ غمِ عشقِ تو خیزد گهرِ من

اے جلوه گہت باغ خیالات جهانے
چون بر سرِ راهِ تو نشیند گذرِ من

سودائے سرِ زلفِ تو پابند دوام است
این است بلائیکه نشد وا ز سرِ من

زینسان که شدم گرم نگارش عجبے نیست
کز فیضِ دعا هیچ نماند اثرِ من

نظاره کند غیرتِ صد باغ و بهاران
سرو زرِ گل ناز و ادا بار درِ من

کس لاله بایں رنگ ندیدست که هردم
داغِ تو خورد آب ز خونِ جگرِ من

بے مهریِ آن ماه همان ست که بوده است
این طرفه بود داغ بهر دم دگرِ من

عمریست غمم سر که گرفته‌ست سرِ خویش | باشد بگریبانِ خیالِ تو سرِ من
از بادِ حوادث خبرش نیست که دارد | فانوسِ هوای تو چراغِ سحرِ من
افسرده اگر هست چه غم تابِ روانی | چون بحر زند جوش ز آبِ گهرِ من
از چشمِ تو مردم چو ز خود بیخبر انند | جز بیخبری با تو که گوید خبرِ من
عشقش چه اثر داد زبان و سخنم را | آن شعلهٔ من باشد و این شعله شررِ من

خورشیدِ قیامت نگرد عشق ز هر سو
از شوخیِ آن جلوه پریشان نظرِ من

ای چشمِ سیاهِ تو چراغِ نظرِ من | پیچیده ترا از زلفِ تو دودِ جگرِ من
تا چند تهی نکند ساغر و مینا | از نالهٔ بشکسته دلان بیخبرِ من
بنگر که رخِ خوبِ تو و دیدن نتوانم | چون دست زبانم نقشا نه نظرِ من
هرگز نرسد با همه جهدی که نمودم | بر پای حریمِ تو رخِ همچو زرِ من
دایم بتماشای گلستانِ خلیل است | از داغِ جفای تو دلِ دیده ورِ من
باشد اثرِ گریهٔ شوقِ گلِ پرواز | گر سبز و گر سرخ بود بال و پرِ من
سرگشتهٔ دورِ فلکِ شعبده بازم | آغازی و انجام ندارد سفرِ من
از جوشِ بهارِ هوسِ بوس و کنارش | آیینه گلزار شد آغوش و برِ من
دارند بهم چو سیاهی ز شبِ وصل | از اول شام است نمایان سحرِ من
از ردّ و قبولِ دو جهان کار ندارم | آخر چه کنم عشقِ تو باشد هنرِ من

چاه ذقن اوست بهر ره گذر من — هم راهزن هوش عصای نظر من

آن آتش خاموش لب لعل چسان شد — خون مژه سوز دل و داغ جگر من

از نیم نگاهی بگشادی گره دل — بر بسته نشد آرزوی این قدر من

در عشق ندانم که چه گفتند و شنیدند — با یاد لب خاموش پی گوش کر من

دشواری ره راحت منزل انجام — بیرون شدن از خویش چه با سفر من

در باغ وفای تو برومند شجر نیست — جز بار دل خویش چه باشد ثمر من

دلبند بود دام گه بی سر و پایی — در بسته نباشد قفس بال و پر من

چاکی نبود در قفس دیده حیران — آواره چسان دل شد و مرغ نظر من

بر دوست هوای تو با وجهی که ملک شد — شرمنده پرواز به بال دگر من

زان پیش که او مست می هوش بگردد — ناگاه کسی کاش رساند خبر من

پیچیده بود عشق ره قطع تعلق
کو راهزنی تا بشود راهبر من

تا عشوه مژگان تو شد رخنه گر من — ای وا در و دیوار بود پرده در من

دریا و دهان تو نیاید به نظر هیچ — دل تنگی بس بیشتر از بیشتر من

در سیل سرشکم چو خسی در سر کوتیس — زین آب بران خاک نقد گذر من

گر تیغ کشی زخم جفای تو بشد دل — تا زد بسپر داری داغ جگر من

کی می شکند سنگ ملامت بره شوق — در دامن محشر سر پای سفر من

در کامِ عدو قندِ لبت زہر نریزد / چشمِ تو که زہرش بنماید شکرِ من

آسوده روم بے سر و ساماں که بود پر / زین نقشِ قدم راه زِ برگِ سفرِ من

برگشتنم آخر شکند نخوت و نازش / در دستِ شکستیست ہمانا ظفرِ من

گوہر بکفِ تازه جوابیست بہر دم / زاں معدنِ الطاف سوالِ دگرِ من

سرگشته چو گردانم و راہم نه بسر شد / یارب چه مبارک قدم آمد سفرِ من

یک ناله زبس آب نماید دلِ مردم / نشنید کسے گاه صفیرِ دگرِ من

یک یارِ موافق نتواں یافت بعالم / دل ہست و زباں ہمدمِ یکدگرِ من

در خاطرِ او نقشِ سرشکم ننشست است / آتش بدلِ سنگ زد آبِ گہرِ من

باشد دو جہاں یک ورقِ دفترِ حسنش
عشق است ہمیں گر سخنِ مختصرِ من

گره با زلفِ او چوں رشتهٔ جاں میتواں کردن / بدل جمعی خیالاتِ پریشاں میتواں کردن

ز پیدائیش عالم را چو پنہاں میتواں کردن / بصحرائے عدم چندیں گلستاں می تواں کردن

بدریائے سرشکِ دل گلِ مقصود میجوئی / رواں جوہا ازیں دریاغ حبابا میتواں کردن

زبس در شوقِ آہوئے بشد شیر کتر ادیده / شرر را از اشکِ مژگاں نیستاں میتواں کردن

نظر زنجیرِ دل در گوشهٔ چشمِ تو زند آتش / ازیں ره بے سر و پا را چه ساماں میتواں کردن

پریشاں روزگارِ شوقِ آتش گر شده تر امنظور / گلِ مقصودِ دل را بیر خنداں میتواں کردن

نوازشہائے وصلِ او بکامِ دل نمود آخر / ستمہائے که دریاد آتشِ ہجراں میتواں کردن

اے عشق نشد نامۂ شوقے بنویسم
قرطاس و قلم سوز بر آمد خبر من

بگذر ز سرم چند شوی دردِ سرِ من — اے گریۂ خوں دست بدار از کمرِ من
مانندِ چراغیکہ بسوزند ز آتش — شمعِ رہِ شوقِ تو بود چشمِ ترِ من
روشن ہمہ زو گرچہ بود دیدۂ مردم — نازم کہ نہ خود بیں شدہ چشمِ گہرِ من
در منزلِ دیوانگی و دشتِ خرد ہم — جز من نبود ہیچ کسے راہبرِ من
جز اخترِ تابندۂ بختم کہ نماید — یک رنگیٔ آئینہ ز شام و سحرِ من
از روئے تو ہر گل شدہ در باغ چو خنداں — ہر خندہ نمک ریخت بزخمِ جگرِ من
یا دیدۂ روشن نگہم سوئے کسے نیست — آئینہ دلے کو کہ بدا ند ہنرِ من
از جذبۂ خاکِ رہِ الفت چہ بگویم — پس تر بفتد ہر قدمِ پیشترِ من
در بیکسیم مونس و غمخوار کہ باشد — گرد و خبرِ من بر او نامہ برِ من
آرام چہ بگیرد تو بگو گوئے بچوگاں — اے کاش نبودے سرِ من زیرِ پرِ من

گر نامۂ دل بُرد پرد تا بکجا عشق
از بال و پر ایں مژہ مرغِ نظرِ من

رختِ سفر افتاد ز عمرے بدرِ من — گرداب صفت گردِ سرِ من سفرِ من
از بیخبریہائے خودش گشت خبردار — پرسید کسے از دلِ من تا خبرِ من
از پرتوِ رویش چو گہر یافت صفائے — دامانِ نظر تر نکند چشمِ ترِ من

بگو آں غمزہ را وقت است جولاں میتواں کردن
نگاہم سرمہ آسا گردِ مژگاں میتواں کردن

جنوں در جوشش تا کے ضبطِ جولاں میتواں کردن
ز خارش دامنِ صحرا ز زنداں میتواں کردن

کجا آئینِ دل آتشِ دل میشود زاں لب
مرا از بوسہ ممنونِ احساں میتواں کردن

بچشمم آنکہ یک پرتو بدست آرد ز روئے او
چہ گوہرہا کہ در دامانِ مژگاں میتواں کردن

حجابت می کشد کارم بہ بدنامی تامل کن
تعارف گر کنی ایں راز پنہاں میتواں کردن

بشو خار رہِ گلہا چو در عشق ما روش این است
اگر دستے بدامانِ گلستاں میتواں کردن

کجا دیوانۂ ما را ز زنداں میتواں کردن
از و چوں آشتی با فوجِ طفلاں میتواں کردن

کم از بنیائے مے در نشۂ ہمت نمی باشم
بجوشِ گریہ ما را نیز خنداں میتواں کردن

جفاہا چوں ز برگشتن کند چشمت سرت گردم
نظارہ ہا ز دیدنہائے پنہاں میتواں کردن

بہ عیدِ رویتِ رخسار چوں ماہت اگر خواہی
دل و ایمان و جاں را بر تو قرباں میتواں کردن

بشوقِ نکہتِ جاں بخشِ زلفِ بیقرارِ او
نسیم آسا سفرہائے پریشاں میتواں کردن

عبث جاں در تلاشِ آبِ حیواں میدہی ورنہ
بسے زیں چشمہ از خاکِ شہیداں میتواں کردن

زلیخائے بہم پیوستہ ہر زخمِ دل اے عشق
بیانِ لذتِ بیدادِ مژگاں میتواں کردن

بجوشِ گریۂ خونیں چو طوفاں میتواں کردن
خنائی پنجۂ خورشیدِ تاباں میتواں کردن

بشوقش تا نظر در دیدہ پنہاں میتواں کردن
گلستاں، در گلستاں، در گلستاں میتواں کردن

براه دیر و مسجد می‌نهد دیوانه‌ام سنگے — ازیں چوں گلفشے بایست پریشاں میتواں کردن

نشد ممکن که مهر داغ از وی یک لحظه بردارم — وگرنه از تنور دل چه طوفاں میتواں کردن

به پیش عشق حسنش نیست چوں بے پرده حیرانم
چرا خوف نظر از چشم قرباں میتواں کردن

بزن تیرے که در سینه پنهاں میتواں کردن — بروصد پرده از زخم نمایاں میتواں کردن

بفریاد و فغاں دل را پریشاں میتواں کردن — ازیں صرصر جنوں آباد ویراں میتواں کردن

جنوں بند نقاب یار خنداں میتواں کردن — چه درها از یک چاک گریباں میتواں کردن

بباغ سینه پر داغ چشم خونفشاں ریزد — شررها تیکه از شبنم بستاں میتواں کردن

نماید گریه ما نیز گر نیرنگ تاثیرے — گل صد کام در داماں حرماں میتواں کردن

تماشائے نمی بیند که از برق جمال او — میان پرده ها بیں چشم عریاں میتواں کردن

سوار کشتی دل شو چه ترسی فی امان الله — ز موج نور هر دم سیر طوفاں میتواں کردن

عزیزاں گر و غم رفتن ز دل ممکن نباشد آه — رواں ز دیده ها ریگ بیاباں میتواں کردن

دلا زیں شکوه بیداد و فریاد جفا بگذر — پشیماں گر شوی او را پشیماں میتواں کردن

نه بیند روشنی گر مشعل پر دود آه ما — بچشمش سرمه از شبهائے هجراں میتواں کردن

ز آه گرم ما سوزد دل خود آں بت کافر — بلے ایں شعله را در سنگ پنهاں میتواں کردن

بقصد زهره بر گردوں ملک در وجد می آید
سرودے عشق اگر در بزم مستاں میتواں کردن

غرورِ حسن او ویران کند گر خانهٔ چشمے
بیا در زلف و عارض دل گلستان میتوان کردن

مترس از نیم جانے زان لبِ جان بخش وا مے کن
که قیمت یک نگاہش را دو صد جان میتوان کردن

تمنائے گلِ گوشے دلم را کرد خوں ورنه
چه گوهر ریزئ چوں ابرِ نیسان میتوان کردن

بتقلیدِ کلامِ بیدلِ معجز بیاں اے عشق
چه مشکلہائے معنی ہم کہ آساں میتوان کردن

چه کافوری بکارِ سینهٔ ریشان میتوان کردن
بسانِ صبح مغزِ سر پریشان میتوان کردن

ازیں بهتر نباشد دام این عنا غزالان را
نگه آوارهٔ تارِ مہائے ایشان میتوان کردن

اگر آں دشمنِ جاں نہ نہد روئے براهِ من
چه بے روئی برائے در خویشان میتوان کردن

نه تابِ عرضِ حالے پیشِ چشمِ مردم آزارش
چه بیهودی توقع از قزاقان[1] میتوان کردن

بصد خواری و رسوائی زنامِ ننگ چوں رستی
ترا با شوکتے با قدر و ذیشان میتوان کردن

ندارد ساغرِ امیدِ مارا نز یک قطره
بلطفِ ساقی از دریا کشی تشنان میتوان کردن

کسے تا چند در مہدِ رفیقِ بے خرد باشد
معیشت را زیں با گاومیشان میتوان کردن

پرستارِ فرنگی نعمتے زنیسان که میباشی
ترا سرکردهٔ جمعِ کشیشان[2] میتوان کردن

کسے کو دین و دل دارد فدائے بتِ کافر
شمارِ او میانِ عشق کیشان میتوان کردن

بتِ دلربائے من بیں بچه کبر نشسته
که بسرِ غرور حلقے بدریش زبان نشسته

---

[1] تاخت کنندگان - ۱۲ [2] پیشوایانِ نصاری -

گر از برق تبسم میکند دل را کباب آن لب — چه شیرین شیوه رها زین چنین نمکدان آن نتوان کردن

پریشان میشوی آخر ز بیداری مشو غافل — بغیر از خواب خوش کی جمع مژگانها نتوان کردن

بوصل او ز فیض یاد هجر او نمی دانم — چه زاریهای رنگین غنچه خندان نتوان کردن

اگر بر نوبت وصل آید دل تر این گریه‌ها باشد — تبسم ها بطول عمر هجران نتوان کردن

خرام ناز آن قامت بوصف ما نیاید راست — که شور صد قیامت گرد جولان نتوان کردن

گریبان دشمن دست جنون را دست اگر افتد — گریبان تا بدامان بیابان نتوان کردن

دلت بیمار چشم مردم آزاری چه شد تا که
مشو نومید از دوای عشق درمان نتوان کردن

چو عشق بیدل ما را غزلخوان نتوان کردن — گل هر شعر زیب طاق نسیان نتوان کردن

ز دلسوزی باشک گرم پنهان نتوان کردن — ز آب آتشینش خشک دامان نتوان کردن

خیال قطره میی گرچه مستان نتوان کردن — چه باران حشمکی پوشید سامان نتوان کردن

ز ابر چشم تر ابدل بغارت رفت دریاها — بجوش لخت دل تاراج صدکان نتوان کردن

ز ابر تیره نفزاید نشاط ما جنون مستان — ولی تسکین جان از رنگ باران نتوان کردن

چنان تیر ستم برمن رسد زابروکمان من — که هر زخم جگر دکان پیکان نتوان کردن

به بیدرد خارخار این دل خون گشته از چشمش — اگر گرد سر سرگشته مژگان نتوان کردن

اگر روشن سواد سرمه چشم پرفنش دارد — در اندک فرصتی او را سخندان نتوان کردن

شبی گر بر لب چاهی فتد عکس جمال او — تماشای هزاران ماه کنعان نتوان کردن

جلوہ کن زسرِ مہر و مرا یک بسوز — اے کہ بر سینۂ من داغِ تمنا زدہ

یوسفا زچاکِ دلِ پیرہنِ خویش بپرس — رخنہ ہائے کہ تو در جانِ زلیخا زدہ

شانہ در زلفِ سخن از دلِ صد چاک زدی
خوش شکستیست کہ اے عشق بہ یغما زدہ

بادہ از جامِ حیا چوں نکہت نا زدہ — آتش اندر جگرِ ساغر و مینا زدہ

گویدش فاش بہر دم نکہتِ تبسم — رازِ پوشیدہ کہ با گوشِ دلِ ما زدہ

روشِ غنچہ کشادے بطلب از دلِ تنگ — اے کہ مانندِ صبا پائے بصحرا زدہ

گفتۂ نامہ سربستہ خطِ من باشد — بوسہ لب کہ عجب حرفِ معما زدہ

تلخ کامی ہمہ اشعار شکر بار اے عشق
زدہ باشد بدلت بسکہ تو حلوا زدہ

دل کہ پیوستہ دمِ شاہد و مینا زدہ — شاہدم باش کہ اکنوں سرِ خود وا زدہ

عرق از جبہہ فشانی و سرِ شکے ریزی — بر سرِ خویش ولا کیف دُو بالا زدہ

مرکزِ دائرۂ خط نشود می ترسم — نقطۂ خال کہ بر عارضِ جانا زدہ

طوطیاں را شدہ منقار پر از خونِ جگر — تا خطِ سبزہ بر آں لعلِ شکر خا زدہ

عقدہ ہائے کہ تو از کاکلِ خود وا کردی — باز چوں نیک بہ بینی بدلِ ما زدہ

بر دل و دیدۂ نظارگیاں منتِ چیست — کہ پئے دیدنِ خود سر بتماشا زدہ

بود یک مصرعِ گیسوئے پریشانیِ عشق

بهوای آهِ سردم دلِ بی‌نوا نشسته — چه خوش است غنچه کو بره صبا نشسته

جرسم رهِ ادب‌ها بستر انه خموشی — گرهی بشد فغان و بگلوی ما نشسته

اثرِ دعای ما را چه حرارت است یارب — دلِ داغ داغ نقشی که بمدعا نشسته

زکمندِ این بلاها سرِ ما چگونه پیچد — که رضای بیدلانت به سرِ قضا نشسته

بی دیدنم بیا زود و مگو که آفتاب است — تو سوار شو که او هم شود از حیا نشسته

بگشا ز بند بندش گرهی ز کارِ ما نیز — که تکلفِ تو دل تنگ همه در قبا نشسته

بکرامتِ نوای شیخ بدل اعتقاد دارم — که همی دو دمی بعالم برهِ خدا نشسته

شده همسفر چراغم برهِ گذار یک شب — چکند بسوزِ تابش شده تا رسا نشسته

چو تلاطمِ سرشکم بجدائی تو این است — چه عجب که زود بینی همه خانها نشسته

شده طبیب لها نظری به عشق حیران
که بدرد بید و از آن لبِ جانفزا نشسته

خط کشیدی که شرر ز آتش موسیٰ زده — ناز کن ناز ره خضر و مسیحا زده

خال و خطِ تو نه هر صید ضعیف اندازد — دانه و دام براهِ دلِ دانا زده

ای عجب نیم نگاهِ تو کنون به گرد است — زخمِ صد تیر ننم گر بدلِ ما زده

زلفِ پرچین نه بتا تا رخت می‌ارزید — بی بها بود متاعی نگرش وا زده

دردِ دردش همگی صاف غمش ریخت تمام — سنگ زخمی که تو بر شیشهٔ دلها زده

جگرِ زاهد کباب است بخندای ساقی — زین نمک‌ها که تو در ساغر و مینا زده

رقمِ خامهٔ تقدیرِ ازل می باشم — هیچ حرفی نه بود حرف چو برپا زدهٔ

گشتهٔ شهرِ دلِ من که ملال املائی — بسرِ خویش دگر نشهٔ انشا زدهٔ

اندریں بزم ز اشعارِ نزِ خود اے عشق

ابرِ نیساں شدهٔ قطره بدریا زدهٔ

خطِ مشکیں که براں لعلِ گهر زا زدهٔ — بهرِ دلها رقمِ نسخهٔ سودا زدهٔ

دامنِ مقصدِ دل را مده از دست دگر — اے که پائے بره ترکِ تمنا زدهٔ

کار گرتر شود این ناوک اگر بر گردید — نه زدی تیرِ نگه بر دلِ و اما زدهٔ

اے دلِ سوخته این نامهٔ پُر شوق که بود — که ازیں شعله به بالِ پرِ عنقا زدهٔ

دست بر دامنِ وحدت برساند خوش باش

پشت پائے که تو اے عشق بدنیا زدهٔ

آب شرمے برخ چوں گلِ زیبا زدهٔ — آتش تازه بجان و دلِ شیدا زدهٔ

شد نمایاں دلِ پُر خونِ من از رخسارت — ایں چه رنگیست که اے آئینه سیما زدهٔ

آب و تابش همه از خونِ دلِ بلبل بود — شوخِ من گل که بدستارِ دلارا زدهٔ

شمعِ فانوسِ دلِ من چو شدی باز چرا — شعله در چشم ازیں جلوهٔ رسوا زدهٔ

عشق تا کے ز دلم چشمِ غبار آلوده

خاکِ صحرا همه در دامنِ دریا زدهٔ

آں کو نشدست زر تلاشی — چوں شد بتِ سلیم بر تلاشی

انتخابی که تو از دفترِ دُنیا زده

قیس در وادیِ دل خیمهٔ لیلیٰ زده ‌ ‌ ‌ سر بصحرا زده، باز که سودا زده

یا رب آں صورتِ افتادگیِ ما گردید ‌ ‌ ‌ نقشِ پرواز که تو در پرِ عنقا زده

موجِ طوفانِ غمِ عشقِ تو گشتم که مرا ‌ ‌ ‌ گه بصحرا بری وگاه بدریا زده

بے سخن کشتهٔ ما را چو تو از کم نگہی ‌ ‌ ‌ تہمتِ جرم چرا بر سرِ ایما زده

سرمهٔ سوختهٔ جاں وزنِ ندا نیست که چیست ‌ ‌ ‌ برنزا ز دوش ازاں نرگسِ شہلا زده

دست بر پائے تو اے ساقیِ گلفام زنم ‌ ‌ ‌ گر سرِ جامِ تو بر گردنِ مینا زده

ہیچ بابِ حرم و دیر بتو ارزانی
دست چوں عشق اگر بر درِ دلہا زده

ایں چه شوریست که اے قلقلِ مینا زده ‌ ‌ ‌ غلغل اندر ہمه عالمِ بالا زده

دلبرا گر دلِ ما را بدلِ ما زده ‌ ‌ ‌ رحم دیگر چه بود شیشه بخارا زده

ابکه از کاکلِ خود دامِ تماشا زده ‌ ‌ ‌ حلقه ہا بیش ہمه در گوشِ تمنا زده

تا دلم در خمِ زلف اے بتِ ترسا زده ‌ ‌ ‌ بر سرِ دار عیاں شد که مسیحا زده

اے گل از ضبطِ تبسم بدلم داغ نہی ‌ ‌ ‌ ایں چه مہریست که بر گنجِ گہرہا زده

قلقلے بر سرِ آتش پئے تسخیرِ دل است ‌ ‌ ‌ دانهٔ خال که بر روئے دلارا زده

شاد باشی دلِ آزاد ز غم چوں امروز ‌ ‌ ‌ نوبتِ عیش ز اندیشهٔ فردا زده

گردشِ چرخ چرا بر سرِ ما نا رہ باز ‌ ‌ ‌ چوں زیک دانه دو آدم و حوا زده

خوش نخلِ غمش ز برگ بر گش	هر شاخ بود ثمر تلاشی
منعم مکنید از لبِ او	طوطی نشود شکر تلاشی
از تیرِ نظر دریغ تا کے	دل شاد و بود جگر تلاشی
دل رفت و ندیده، دیده حیراں	گم خانه شدست و در تلاشی
راہِ تو دراز چوں کند آه	با فرصتِ مختصر تلاشی
مانندهٔ بدرِ دیں نه بیند	گردد فلکِ قمر تلاشی
بر مسندِ فقر فخر او را	اقبال بحر و فخر تلاشی
آں شعشعه بار شد جلالش	کز درک کند بدر تلاشی
فیاضی او شنید گردید	از بهرِ صفا سحر تلاشی
نخلِ کرم است و باردارست	نگذاشته بے ثمر تلاشی
کس دید چنیں فرشته خوئے	بهرِ دلِ هر بشر تلاشی
خود نقدِ روانِ زهد و عرفاں	با ایں همه بیشتر تلاشی
با عمر دراز یاد او را	علم و عمل و هنر تلاشی

۱ حسنِ اتفاق سے عبدالوہاب بن محمد غوث شافعی ارکاٹی کی کتاب "نہایۃ السؤل فی مناقب ریحانۃ الرسول" کا ایک قلمی نسخہ ہماری نظر سے گزرا جس کے خاتمہ پر حسبِ ذیل عبارت ہے۔

"ہذا الکتاب نہایۃ السؤل فی مناقب ریحانۃ الرسول بحسب فرمائش سیدنا و سیلتنا منبع العرفان بدرالدین حسین خان بہادر عبد العاصی خاطی تراب اقدام آل رسول رضا علی شاہ قادری فی التاریخ تاسعہ و عشرین ربیع الاول ۱۲۴۲ من ہجرۃ نبی الانام صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ الکرام" ممکن ہے کہ یہ اشارہ انہی بزرگوار کی طرف ہو۔"

کردی تو شہید اگر تلاشے — بہر قدم است سر تلاشی
ہر کس پئے آں پسر تلاشے — طفلے نبود پدر تلاشی
ہر ذرّۂ بحر و بر تلاشے — نایاب رہست بہر تلاشی
ایں طرفہ کہ حسن و عشق با ہم — خواہند بیک دگر تلاشی
بیتاب ز جلوۂ تو دیدیم — کردیم بسے نظر تلاشی
اے عربدہ جو سراغ شرمی — بر تیغ ستم سپر تلاشی
شوق تو بلا گداز آمد — آزاد ز ہر خطر تلاشی
مکروہ ندید و زشت نشنید — در راہ تو کور و کر تلاشی
پرسند ازو شود تبرسم — آوارۂ رہ گذر تلاشی
صد قافلہ شد بہ جستجویش — جز گرد نہ جلوہ گر تلاشی
ما در تفہیم و بہر صیّاد — ہر سو شدہ بال و پر تلاشی
جوشندۂ خویش جوید آنماہ — کے راز وا زیں خبر تلاشی
آں گوہر مقصد است نایاب — آرد بکفش مگر تلاشی
برق نگہش کجاست تا شد — آہ دل پر شرر تلاشی
نور نظرے کزوست چشم — بیند نہ بچشم تر تلاشی
با خویش کسے ترا نیابد — از خویش کند سفر تلاشی
در دیدہ و دل توئی و ناحق — گشتیم بہ بحر و بر تلاشی

مپرس قصهٔ پرغصهٔ فراقِ دگر — که مهر بر لبِ عشاق بے نوا کردی
دلا منازبہ تیرِ کارئیکہ نیست تُرا — ہر آنچه بود مدارا بدلربا کردی
دوامِ عشق و وصال و ندیدنت پرہیز — تو زہر ہجر چشاندی مرا خطا کردی
ہنوز کشتهٔ بیداد خنجرِ نازم — تدار کے کنمت گفتی و کجا کردی
شگفته تر که چو مضمون پیش پا سرِ دست — کفِ دعائے منِ رفته نقشِ پا کردی

ہر آنچه کردهٔ احساں بود بعشق ابد دست
که گفت در حقِ بے چارہ جفا کردی

پُر زور ناتوانی کو آبِ ارغوانی — باز آیدم جوانی ساقی چه مہربانی
مقصود ما تہانی انکار ما عیانی — مائیم و بیزبانی یاراست و خوش بیانی
تا دید آں دہاں را از غیب گشت گویا — گوئی که بر دلِ ما ختم است ہیچ دانی
ابروئے و چشمِ جاناں باشد بلائے دوراں — در دستِ مست مژگاں شمشیر ہندوانی
پیشانیٔ تو پُرچیں خاموش لعلِ نوشیں — اے شوخ تا بکی ایں مشقِ ستم رسانی
مارا خرامِ نازت پامال ساز طاقت — کے عجز تو از نزاکت بنمود پہلوانی
در عشقِ تو چنانم حیرانی است ازانم — خوں می کشتم ندانم ایں بار ناتوانی
گرچه سرِ شہادت مارا بود سلامت — سر تا بسر ندامت گردید سخت جانی
زاں لعل نا مکیده بوئے مگر شنیده — جانم بلب رسیده در شوقِ میہمانی

فردوس نشاط و دوستانش　　بهر اعدا سقر تلاشے
در گوش گلے رسید بس عشق
غواصیٔ این گهر تلاشے

فلک بگردشِ چشمے که آشنا کردی　　که استخوان مرا رشکِ توتیا کردی
چه شوخیے که نه شرمندهٔ حیا کردی　　بیا که کار دلم را بمدّعا کردی
روا است گر بزنی دم ز آشنائی خود　　کنوں که دل همه بیگانه از وفا کردی
مرو ز دیدهٔ مشتاق هیچگاه و ببیں　　که خویش را ز نگاهِ که خودنما کردی
ز تاب گیسوئے مشکینِ تو عیاں گردید　　که قصد خونِ دلِ رفته عمرها کردی
ز پیچ و تاب چه بودست حاصلت از لطف　　جز این که مصرعِ آهِ مرا رسا کردی
بشوقِ لعلِ لبِ نوشِ جاں دهم هر دم　　چه زهر بود که در چشمهٔ بقا کردی
مرا چنانکه تو دیدی گذاشتی رفتی　　چرا نه جانِ حزینم ز تن جدا کردی
برآر داغ چو یک رنگیٔ مرا کردی　　شگفته چوں گلِ رعنا رخت چرا کردی
تمام خواهشِ دل را بیک ادا کردی　　چگویمت که چه بر جانِ مبتلا کردی
ز هر رهے که درایم تو در فراز مکن　　که شوقِ دیدنِ خود را تو رهنما کردی
مرا که دولتِ پاینده آرزو باشد　　ز تیغِ خویش بسر سایهٔ هما کردی
نوازشے چه بود گر کنی بدیدهٔ من　　چناں که آئینه را باغِ دلکشا کردی
ز بوئے خونِ دلِ خویش مست و مدهوشم　　چه نافه بود که در دامنِ صبا کردی

اے شوخِ پُرفنِ من این است شیوۂ من — حُسنِ تو دشمنِ من عشقِ تو یارِ جانی

تا حالِ غمزۂ ناز در صیدِ جان است شہباز — طوطیِ خط بپرواز بر اوجِ لامکانی

شد ہجر سخت جانکاہ چوں کرد مہر تا ماہ — من پیر گشته ام آه در اوّل جوانی

زیں رد و کد حزینم مشکل مفر از بیم — ہر دو لبِ تو بینم خوں گرم یکزبانی

بشتاب جانِ محزوں در قیدِ غم خوری چوں — اے طائرِ ہمایوں خوش عرش آشیانی

پیغامِ وصلت ار کرد تو عشق دل مکن سرد
انکار نامہ آورد شرمندگی نشانی

دوریم از تماشا خوں شد دل تمنا — بوئے بہار ما را اے بادِ بوستانی

گفتارِ تو عجیبے کس را نشد نصیبے — ہر لفظِ تو غریبے در کثرتِ معانی

دانیم قدرِ گیسو کے می شود پریرو — ہمسر بیک سرِ مو صد عمرِ جاودانی

اے فخرِ میرزائی فضل اللہ الحسینی — کز فرطِ نیکنامی عزت فزائے خانی

خواہم ہمیں بقایت از بسکہ خاکِ پایت
شد سرمۂ بصارت در چشمِ قدردانی

از گریہ خاک بر سرِ این آبرو کنی — خوش باشد آبِ تازہ رواں گر بجو کنی

مکشائے دیدہ جز برخِ دوست زینہار — ایں چاک را بسوزنِ مژگاں رفو کنی

باقی وہانِ تشنۂ دریاکشاں بہ بیں — لبریزِ گریہ شیشہ و جام و سبو کنی

ہستی چو قمریاں نشود غل بگردنت

گہ بود ہمت از دست گردیم تا نہ سرمست — تشویشے برکنار است ساقی چو در میانی

ای شکر تو ہر دم آب حیات در دم — عمر عزیز کردم صرف مگس پرانی

من حسن ظن فزودم در خدمت تو کم کم — آخر یقین شد اینم بسیار بدگمانی

ہر جا کہ بود ہاموں گردید از تو جیحون — اے سیل اشک پرخوں خوش مطلق العنانی

در این سرای ماتم جاں سوز نوحہ سنجم — دانی کہ چیست خوانم بودہ یکے فغانی

سرمایہ سعادت از داغ عشق بادت — خواہی چو بر مرادت نقشے ولا نشانی

در عشق آں پریرو نالاں شدم بہر سو — من ای وجہ اشکو حبا بہ جفانی

گفتند امتحان را آرند دل نشاں را
من عشق نقد جاں را دادم بمژدگانی

[illegible] ۱۲۰۱

در شوق شادمانی چون غم دلا بدانی — ماند بہ سیر فانی در یاد نوجوانی

از دیدہ گر نہانی تو جان عاشقانی — آثار ما عیانی ہر چند بے نشانی

از راہ مہربانی سنگے مرا بدانی — بگذر ز لن ترانی یک جلوہ ناگہانی

در باب اضطرابم چوں میدہد عذابم — بے تو کجا بیابم آرام زندگانی

مگذار زار و نالاں کز یک نگاہ یک جاں — تیمار دردمنداں کردی و میتوانی

جو بندگان دل را دادہ نشان دل را — راز نہان دل را دانستہ ام کہ دانی

از غفلت تو جاناں ملک دل است ویراں — وے بندہ تو شاہاں این طرز پاسبانی

شب چوں مرا بسر شد زاں کے ترا خبر شد — گو نالہ سحر شد گرم جگر فشانی

قطعه

بعرض اقدس عالی رساند پریشانی حالی خود کرده مرقوم

اگر میری ز بخشش شاد و مرگ است — غلامے ہمچوں من از یک عمر مغموم

بهر خدمت که سازد خواجه مامور — بجز تسلیم کار بنده معلوم

ولے آہسته می گوید فلاکت — چرا ای از ترقی عشق محروم

فدامت با لیاقت ہمزبانش — سکوت از بنده باشد نیک مذموم

حوالت می کنم بر فضل داور — جواب حاضر این پرسنده مفهوم

چه داور داور لطف و کرمها — بسالاری و مختاریست موسوم

بعدل و حکمت و فهم و فراست — عدیل او به ہستی گشت معدوم

دوام عمر و جاه و دولت او — بحفظ خاص زیبا حی قیوم

زیادت دور از پاس ادبها
بحکم گفتن طوالت گشت مختوم

چنداں بعشق سرور دانش غلو کنی

اے دل ہوسِ شباب تا کے — وز دُود جگر خضاب تا کے

نازِ حسن و شباب تا کے — ایں مستی و ایں شراب تا کے

بے جرم و گنہ عتاب تا کے — بر جانِ من ایں عذاب تا کے

زلفِ تو ز رُخ نقاب تا کے — شب در برِ آفتاب تا کے

زاں نرگسِ مست مسجد و دَیر — چوں خانۂ دل خراب تا کے

او غافل و دل بکنجِ ابرو — بر طاق بود کتاب تا کے

جامِ دلِ من ز دستِ ساقی — پُر باشد و بے شراب تا کے

آیم با خود بدیر تا چند — رفتن ز برم شتاب تا کے

بلبل از رشکِ عارضِ او — بر آتشِ گل کباب تا کے

در شوقِ فروغ طلعتِ او — تر دیدۂ آفتاب تا کے

لب زیرِ تبسم آں دہان است — در جوش بود شراب تا کے

ایجاں منم و نفس شماری — دم دادنِ بےحساب تا کے

بے آب مروت است دنیا — از رہ بروت سراب تا کے

بیگانہ شد است یار و عاشق — شرمندۂ انتساب تا کے

حرفے براد عشق بنویس

او منتظرِ جواب تا کے

مخروش که آرزو قتیل است این جا | خون دل بیدلان سبیل است این جا
کو درد کجا داغ چه باشد زخمش | هر دعوی عشق بی دلیل است این جا

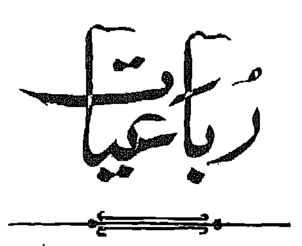
در شوق بهار جلوه آتش ست بر آ | ساغر ز دل پر شده در دست بر آ
در گلشن اعتبار کو رنگ ثبات | بوئی شده یکدم چو نفس هست بر آ

عاشق تخم سرشک کارد این جا | تا نخل ماتمی بر آرد این جا
غیر از لخت دل بدامن مقصودش | هرگز دیگر ثمر ندارد این جا

در هجر چه‌ها شوق وصال است این جا | بر دل ز ملال صد وبال است این جا
بر تشنه حرام شربت دیدار است | خون ریختن خویش حلال است این جا

دوزخ چه بود هجر بنائی آنجا | آئی چو دمی به که نیائی آنجا
از سوز مزن دم که گدازی چو شرار | گردی تو خسی گشت خودنمائی آنجا

مشتاق ترا غم تو کاهیده بیا | دامان غرور حسن برچیده بیا
در راه ز مردمان نیاید شرمت | ای مایهٔ ناز دیده در دیده بیا



رباعیات

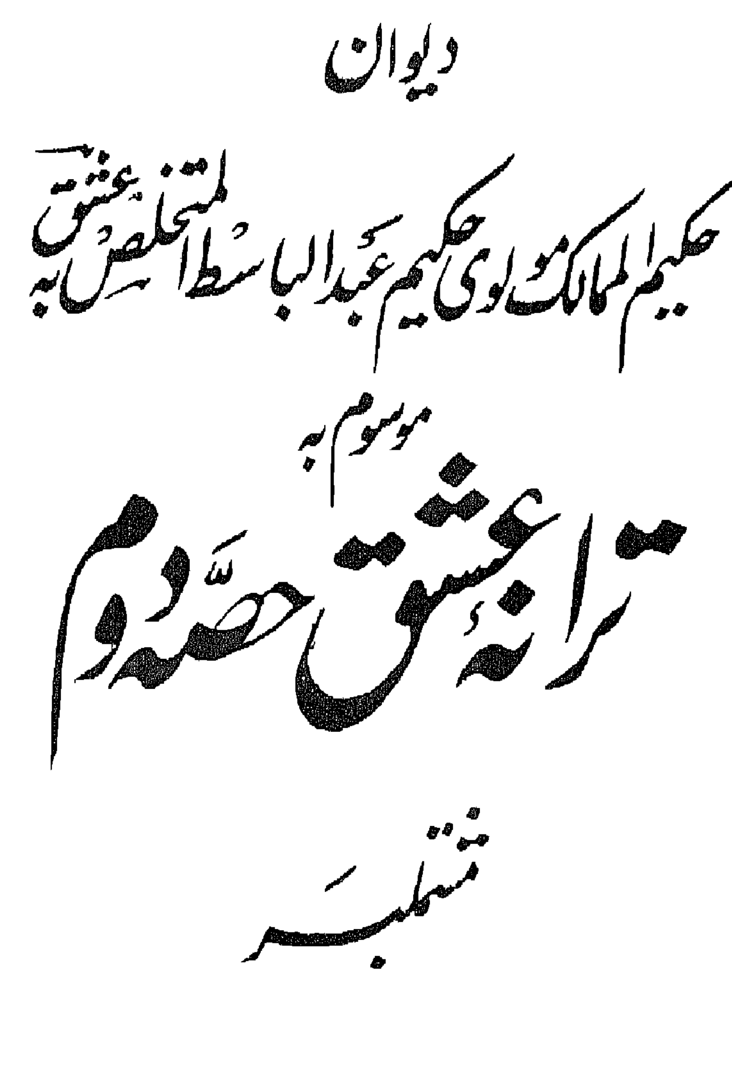
حیرانیِ ما آئینہ دار است ایں جا
ہر داغ گل و نالہ ہزار است ایں جا
برخود ز نشاط چوں ننالد حسرت
در عین خزاں طرفہ بہار است ایں جا

در کارگہِ عشق ز ہر پیشہ بر آ
فرہاد مباش واز سر تیشہ برآ
دانش نخرند تا بجنونت چہ رسد
دیوانہ مشو چو قیس ازیں بیشہ برآ

از بس کہ ربودۂ تو دل از برِ ما
صد خندہ ہمی کنی بچشمِ ترِ ما
آخر چہ فسون است لبِ تو کہ بخواند
ما در سرِ تو چیکہ ندارد سرِ ما

داغ تو بداغ میرساند خود را
خاطر بفراغ میرساند خود را
عشقِ تو جدا از دل نخواہد بودن
ایں مے بایاغ میرساند خود را

تا ناپہ بسر زد دود آہست ایں جا
جانسوزیت اے چرخ تباہ است ایں جا
ہر داغ سیاہے کہ تو بر دل بینی
خورشیدِ مرادے رو براہ است ایں جا



دیوان

حکیم الممالک مولوی حکیم عبدالباسط المتخلص بہ عشق

موسوم بہ

ترانۂ عشق حصہ دوم

مشتمل بر

غزلیات و رباعیات اردو

بنگر چوں با دیدۂ خونبار نشینم
زیں نفسِ سرکش ہمہ بیزار نشینم

ازبس بر عہدِ دلِ غم خوار نشینم
تا او بہ باشد زندہ عزادار نشینم

برخود نازم عشق وفادار نشینم
آمد ناگہ ہوشم بگرفت ورفت

دریا دآں شوخ جفاکار نشینم
من اور از یں بخت طلبگار نشینم

دورم دورم گو بر ولدار نشینم
حیرانم اے عشق کہ آں نورِ نظر

یعنے از خود من پسِ دیوار نشینم
درچشم است و طالبِ دیدار نشینم

از لطفِ قد و صباحتِ خد چہ کنی
از ہر طرفے جمالِ مطلق تاباں

وز سلسلۂ جعدِ مجعد چہ کنی
اے بیخبر از حسنِ مقید چہ کنی

تا برخود بستی عشق یارے را
چشمش ہر دم در جانم میگردد

چوں نے اے دل نمیکنی کارے را
طاقت بنگر دائم بیمارے را

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

مولوی عبدالواجد صاحب نے بوقت ترتیب دیوان اُردو حسب ذیل دیباچہ
لکھا تھا۔ جس کو بجنسہ نقل کر دیا جاتا ہے۔

حضرت عمی و استادی حضرت مولوی حکیم عبدالباسط صاحب قبلہ المخاطب بہ حکیم الممالک عشقؔ تخلص رحمۃ اللہ علیہ و قدس سرہٗ کا پورا کلام
مدون نہوا اور جو کچھ ہوا تھا اتفاق سے وہ بھی تلف ہوگیا۔ بہت سی غزلیں مدراس
اور ہمارے حیدرآباد میں اُن کے بعض شاگردوں اور دوستوں کے پاس رہ گئی تھیں
اس کمترین کے نزدیک بھی فارسی اور اُردو کی چند غزلیں تھیں جن کو حضرت مرحوم نے کمترین کے
حسب درخواست اپنے محب صادق نواب سید علیخاں صاحب حماہ اللہ الواہب کے
پاس سے منگوا دی تھیں۔ تاکہ اُن کی فراہمی ہو جائے پس کمترین نے ان کو اجرائے
ذیل میں بلحاظ ردیف جمع کر دیا۔ اور حضرت قبلہ گاہی مدظلہٗ و عم نفیضہٗ کی ہدایت سراپا برکت سے
ترانۂ عشق اس دیوان مختصر کا نام رکھا فقط

الراقم۔ کمترین محمد عبدالواجد۔ عفی عنہ

سرکا نقاب رات جو اس مستِ خواب کا — ہوتے ہی صبح کھل گیا گل آفتاب کا

افسوس ہے کہ اب تو وہ دل بھی نہیں رہا — جو سننے والا تھا مرے حالِ خراب کا

جب سے وہ تیرِ غمزہ ہوا ہے جگر کے پار — آنکھوں سے بھی بند نہیں خونِ ناب کا

ہاں سے غرض مجھے ہے نہ مطلب نہیں سے کچھ — خواہاں ہوں ان لبوں سے فقط میں جواب کا

ساقی کی اک نگاہ نے ایسا چھکا دیا — لاؤں کبھی نہ نام زباں پر شراب کا

عاشق کو چشمِ تر دلِ بیدار چاہیے — پھر خواب میں بھی دیکھنا مشکل ہے خواب کا

آئینہ لیکے ہاتھ میں چہرے کو دیکھو جب — دیکھو قِران صاف مہ و آفتاب کا

رکھ دو اٹھا کے دفترِ ارشاد طاق پر — اے شیخ حرف خواں ہوں میں دل کی کتاب کا

نقشِ بر آب مسندِ شاہی کو دیکھئے — سمجھو اگر تو تاج ہے کاسہ حباب کا

ہے ان کی گفتگو سے معطر تمام بزم — غنچہ ہے اس دہن کا کہ شیشہ گلاب کا

آتے ہیں وقتِ فکر مضامین گو ہزار — جانے دو کیا کروں کہ ہوں قیدی حساب کا

پا در رکاب شائقِ دیدارِ عشق ہے
کریئے نہ دیر وقت یہی ہے شتاب کا

ترے جلوہ سے کیا اُجالا ہوا — کہیں آپ کو ہوں چھپایا ہوا

یہ تسبیحِ گیسو کا سودا ہوا — کہ دل بھی مرا ایک دانہ ہوا

میں حیراں ہوں اے دل تجھے کیا ہوا — کہ ناحق تو محوِ تمنا ہوا

کوئی مجھ سے تدبیر بنتی نہیں — مرے دل میں کیا روگ پیدا ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیدۂ تر مرا کب شوق میں سائل نہوا ۔۔۔ ہوا حاصل یہی دیدار کبھی حاصل نہوا
دل بیتاب قاتل کے ہے کچھ میل سے مائل تھوا ۔۔۔ نازکا میں کبھی تو بسمل ہوا گھائل نہوا
برج آبی میں ان آنکھوں کے نہیں ہے وہ ماہ ۔۔۔ جذبۂ لفت کا ہماری ابھی کامل نہوا
وصل میں بھی وہی تشنہ رہا مطلب اپنا ۔۔۔ تر کبھی بحر سے گویا لب ساحل نہوا
کیا وہ جانے مری حیرت کہ حیا کے مارے ۔۔۔ دیکھ آئینہ جو اپنا ہی مقابل نہوا
نقش دیوار نہیں دیکھ وہ صورت میں ہی ۔۔۔ کون جو حیرتی شکل و شمائل نہوا
مردمک دیدہ آئینہ میں کب ہے درکار ۔۔۔ کیا ہوا عارض جاناں پر اگر تل نہوا
کچھ اوا خر کی نپوچھو کہ نہیں ہے معلوم ۔۔۔ طے ہی جب ہم سے محبت کا اوائل نہوا
اس وال آزار کو کیونکر نہ کہوں صاحب دل ۔۔۔ کہ بصد جور جدا اس سے مرا دل نہوا

اب زمانے سے نہ رکھ قدر کی تو آس اے عشق
بے ہنر کیوں ہوا کس لیے جاہل نہوا

جن کو نہیں خیال خطا و صواب کا ۔۔۔ ہوئیں شہیدان کے ہی ناز و عتاب کا

ہم اسیرِ گلشنِ میخانہ جب سے ہو گئے
قلقلِ مینا سے سنتے ہیں نوائے عندلیب

بوئے گل کو باغ سے باہر نہ لیجانا کبھی
ہے یہی ہر دم صبا سے التجائے عندلیب

کیا غضب ہے خوش نوائی سے نہیں آتا ہے باز
دیکھکر بھی حالتِ عبرت فزائے عندلیب

عشق جا کر باغ میں ہرگز غزل خوانی نہ کر
ہو مخجل بیزار تجھ سے ہو نجائے عندلیب

سوز و گدازِ شوق میں روشن بیاں ہے اب
شمعِ دماغ سوز ہماری زباں ہے اب

راہِ طلب میں گرم روی وہ کہاں ہے اب
مشتِ غبار پیا یہی کارواں ہے اب

تھا ضعفِ دل کا شکوہ جوانی میں کس قدر
پیری ہوئی نمود مرا دل جواں ہے اب

کنجِ دہن میں یا شکنِ زلف میں سہی
فارغ رہے جہاں سے مرا دل جہاں ہے اب

رہرو تمام مٹ گئے مانندِ نقشِ پا
دشتِ طلب میں قافلہ ریگِ رواں ہے اب

کثرت ہوئی ہے نقشِ قدم کی جو اس قدر
دولت سرائے یار کی رہ بے نشاں ہے اب

دل جا چکا تو شورشِ آہ و فغاں رہی
آتش تو بجھ گئی یہ نکلنا دھواں ہے اب

مجھ پر امید و بیم کی رہتی ہے کشمکش
قبضے میں یار کے جو دلِ رازداں ہے اب

دل دیکھئے داغ سینہ سے میرے نکل گیا
جوشن یہی ہے اور یہی حرزِ جاں ہے اب

میں جانتا ہوں اس کی تلوّن مزاجیاں
کیا اعتماد یار اگر مہرباں ہے اب

کیونکر بھلا ستم پہ ستم میں اٹھا سکوں
یہ نیم جاں بھی مجھ پہ تو بارِ گراں ہے اب

دیکھا کہ رحم کرتے ہیں سب میرے حال پر
ضد سے عدوئے جاں مرا آرامِ جاں ہے اب

خبر بھی نہیں اُس کو میری ہوئی — دل و جاں سے جس پر ہوں شیدا ہوا
ہیں ناکام نکلا نہ کام آہ آہ — دلا اہتمام اُس کا کیا کیا ہوا
ستاؤ نہ تم عاشقِ زار کو — وہ دُنیا سے دل ہے اٹھایا ہوا
یقیں ہے دہیں مجھ کو آجائے موت — جو دیکھوں کہیں اس کو جاتا ہوا
جو ہے بُت کدہ یہ تو پامال ہے — اگر کعبہ ہے دل تو ڈھایا ہوا
بہارِ جوانی ہے اُن کی غضب — دِوانوں سے آباد صحرا ہوا
کسی نے نہ دیکھا خدائی وہ پا — تو پھر فتنہ کیسا یہ برپا ہوا

ہوا عشق عاشق جو جاگے نصیب
کہاں کوئی معشوق تم سا ہوا

پردہ میں آیا جو وہ عشق سا عاشق نکلا — شکر صد شکر کہ معشوقِ موافق نکلا
آئینہ تو کہیں بہزاد سے فائق نکلا — ان کی تصویر کشی کے یہی لائق نکلا

قول سے فعل کہاں اُن کا موافق نکلا
ان کو جھوٹا جو کہا تھا وہی صادق نکلا

گل ہوا جب سے کہ یارِ پُر جفائے عندلیب — خار کیا کیا ہو گیا رنگِ وفائے عندلیب
اس چمن میں ہی نہیں جب رنگ و بوئے امتیاز — مکر سے ہے نام صدق و صفائے عندلیب
شکوہ صیاد کیا ہے اُس سے صد چنداں یاد — ہے بڑا گلچیں عدوئے بیحیائے عندلیب
فی الحقیقت یہ تو ہے مداح تیری اس لئے — باغباں کر جان و دل اپنا فدائے عندلیب

بےخواب و خورش ہیں ہجر میں ہم — مرجائیں گے یار کچھ بھی کھا کر
مجلس میں ذلیل ہم نہ ہوتے — دیتے نہ اُٹھا جو تم بٹھا کر
سُننا نہیں میری میں سُنوں کیوں — جو چاہے سو تو مجھے کہا کر
مِلنا ہے محال اس کا یوں ہی — سو بار پھر آئے ہم بھی جا کر
ہم جان سے جانے مستعد ہیں — اے کاش کہ دیکھے وہ بھی آ کر

حالت ہے مری تباہ اے عشق
تو بھی مرے حق میں کچھ دُعا کر

شرمندہ اس قدر ہوئے اپنی رضا سے ہم — اب کے قضا کرینگے کسی کی ادا سے ہم
بے پردہ پردے میں کسی پردہ نشیں سے ہیں — عینک صفت حجابِ بصیرت فزا سے ہم

دل باغ باغ اور معطر دماغ ہے
کیا بہرہ یاب عشق ہیں شعرِ ذکا سے ہم

تم سے آپس میں جدائی ہے تو مِل دونوں — نالہ و زار کیا کرتے ہیں، میں دل دونوں
دولتِ حسنِ خداداد ہے تم کو دیکھو — آنکھیں اپنی ہوئی ہیں کاسۂ سائل دونوں
مرغِ دانا کے لئے دانہ و دام ایسا ہو — گھات میں رہتے ہیں دل کے وہ خط اور تل دونوں
کیا دِوانہ ہے ان آنکھوں سے حذر کر اے دل — ترکِ بدمست نظر آتے ہیں جاہل دونوں
بیوفائی و وفا میں جو چلی بحث تھی کل — میں ادھر یار ادھر ہو گئے قائل دونوں
وصل و ہجراں کے سوا دل ہے رہِ عشق میں کیا

میں ملتجی ہوا کہ سنوں طبعزاد کچھ   ق   فرمایا عشق نے کہ یہ وردِ زباں ہی اب

طاقت نہ کہنے کی نہ سمجھنے کا حوصلہ

فکر و تلاشِ شعر و سخن رائگاں ہی اب

جل گیا ہی شوق میں کس رہگذر سے آفتاب — ایکدم بھی دم نہیں لیتا سفر سے آفتاب

دل کو روشن کرنا داغِ عشق کا ہی کام ہے — مطلقاً واقف نہیں ہے اس ہنر سے آفتاب

حسن انکا دل کو خوں کرتا ہی کس رنگ سے — لعل پتھر کو کرے فیضِ نظر سے آفتاب

سینہ اسکا جو گریباں سے نظر آنے لگا — ہے یدِ بیضا کہ نکلا اس کے بر سے آفتاب

آنکھ لے اپنے مہر و مہ کے نور سے روشن تو ہو — کاش نکلے اک کسی در بند گھر سے آفتاب

ہے طریقِ شوق سے ہر بے ادب کو کیا خبر — طے کیا کرتا ہے یہ رہ اپنے سر سے آفتاب

آئینہ اسکے مقابل دیکھ کے حیران ہوں — ہو گیا کیسا قریں دن کو قمر سے آفتاب

اس کے جلوے سے جو اختر آنکھ سے گرنے لگے — گر پڑا بیچارگی سب کی نظر سے آفتاب

داغ پر دودِ جگر آخر گہن ہو جائے گا

عشق دیکھا کس لئے ہے خالی خطر سے آفتاب

آنکھوں سے نہ دور یوں پھرا کر — دل کو تو مرے ذرا جدا کر

اس بحرِ جمال سے بچا کر — دنیا ہے ڈبا وہ آشنا کر

کیا فائدہ میری جستجو کا — گویا میں گیا ہوں اسکو پا کر

ہجراں کبھی کوئی بلا بری ہے — ڈرتے ہو جو تم مجھے ڈرا کر

کیا کیا کشیدہ ہم سے وہ ابروکماں نہیں / تڑپے ہے دل کہ تیر نگہ کا نشاں نہیں
حیراں ہوں میں کہ کیوں ہے نظروں جھکی ہوئی / تیری یہ خواب ناز تو ایسی گراں نہیں
اُس کی نظر ہے صاعقہ برق طپاں ہے دل / کس طرح پہنچے تیر نظر تا نشاں نہیں
پیاسی مرے لہو کی تھی قاتل کی تیغ کیا / زخمی ہوں چور چور مرا خوں رواں نہیں
چرچا ہے تیغ ابروئے قاتل کا جس جگہ / جز خون قتل اور سخن درمیاں نہیں
جس کے سبب سے چھوٹ گئے دوستوں سے ہم / ہے ہے ہمارے حال پہ وہ مہرباں نہیں
فرہاد و قیس اُٹھ گئے دُنیا سے کیا ہوا / ان کی جگہ میں ہم ہیں کہ خالی جہاں نہیں
کم سایۂ ہما سے نہیں ہے فروغ شمع / اس کے بھی تن کی قوت بجز استخواں نہیں
سر رکھ ہی دیگا ایک نہ اک روز آفتاب / ایسا بلند یار ترا آستاں نہیں

فرط الم سے تاب سخن کب رہے ہے عشق
آوارہ ہے خیال تو دل میں تواں نہیں

کب حرف شکوہ داغ سا مُہر دہاں نہیں / مانند غنچہ کب ہمہ تن دل زباں نہیں
جز گریۂ مثل طفل ہماری زباں نہیں / کیا درد دل ادا ہو کہ تاب بیاں نہیں
مانوس ہے مہر وہ مدد لسناں نہیں / اور آشنائے صبر کبھی یہ ناتواں نہیں
تاثیر سوزش تپ الفت سے مثل شمع / میرا ہے جسم مغز تمام استخواں نہیں
تاریک و تنگ گرد کدورت سے کب تلک / دل ہے ہمارا یا وہ کچھ سرمہ داں نہیں
زندان دہر میں ہے وہ زنجیر کی صدا / جز نالہ ناتواں کا ترے کچھ نشاں نہیں

منزلیں ہوتی ہیں تیرے لئے مشکل دونوں

مظہرِ کشمکشِ یاس و تمنا میں ہوں — پر بتانا کہ ترے عشق میں کیسا میں ہوں

مطلقاً مجھ کو نہیں اپنے دل و جاں کی خبر — جب سے اے شوخ ترا عاشقِ شیدا میں ہوں

دور ہی اہلِ نظر مانعِ نظارہ نہیں — آئینہ ہے کہ ترا محوِ تماشا میں ہوں

دل اگر سرد ہوا داغ کے مرجھانے سے — عشق کہتا ہے نہ کھا غم حسن آرا میں ہوں

ان کے شکوے کا بھی موقع نہیں ملتا مجھ کو — کیا کروں کشتۂ صد تہمتِ بیجا میں ہوں

قابلِ دید ہے یہ جوشِ بہارِ تازہ — گل ہے سودا ترا اور بلبلِ گویا میں ہوں

وحشتِ شہر دلا یاد رُلاتا ہے جنوں — ہوں تو صحرا میں مگر عابرِ دریا میں ہوں

عارضی گرچہ تعلق دل کا نہیں ہے میرے — نہ رہا صبر تو سرگرمِ مدارا میں ہوں

اپنی قسمت کے لکھے کا کرے کیا کوئی علاج — تختۂ مشق بتا بہرِ اطبا میں ہوں

توڑ کر عہد کبھی تم تو پشیماں ہوتے — سر سے لے تا بقدم شرمِ تقاضا میں ہوں

لطف وہ چند وہ کہتا ہے دہن کا نقطہ — الف اس قد کا جو کہتا ہے کہ یکتا میں ہوں

کچھ نہ سمجھا کہ ہے کیا خوبیِ موزونِ طبعی — بسکہ غارت زدۂ نشۂ انشا میں ہوں

کیا کہوں کس سے کہوں کون ہے سنتا اے عشق

بزم میں ہوں بھی اگر جان کہ تنہا میں ہوں

ہے درد کونسا کہ بیاں میں نہاں نہیں — دل سوز مثلِ شمع ہماری زباں نہیں

یہ کیا غضب ہے گر ترے منہ میں زباں نہیں — ہر دم نہیں نہیں ہے کبھی ایک ہاں نہیں

دوزخ مقام جنتِ عالی مقام ہے — دل میں ہمارے یادِ رخِ گلرخاں نہیں

اسرارِ دل کے کہتا ہوں پردے میں شعر کے
کیا عشق اُس کو سمجھیگا تو رازداں نہیں

بُلبل خزاں میں مر گئی شورِ فغاں نہیں — مجلس عزا کی ہے چمن اور نوحہ خواں نہیں

ملتوی شوق اُس کی طرف کیرواں نہیں — کب نوکِ خامہ مثلِ مژہ خونچکاں نہیں

کیا شوقِ بوسۂ لبِ ساقی ہے دیکھئے — کب مثلِ جامِ بادہ مرے لب پہ جاں نہیں

تابِ نظر کو بیچ کو زلفوں کے دیکھ یار — یہ دودِ آہ سلسلہ جنباں کہاں نہیں

اے دل ہی مانگ اُس کی رہِ کعبۂ صفا — رتبے میں یک خس کے یہاں کہکشاں نہیں

ثابت ہوا تمہارے رخِ پُر فروغ سے — شعلے کو طور کے جو شنا تھا دھواں نہیں

ہو گردِ راہ اُن کی یہ پایا ہوں میں عروج — اُس خاک کی زمین ہے یہ آسماں نہیں

دیکھو جو اُس کو غور سے دل داغ داغ ہو — آئینہ بہار ہے برگِ خزاں نہیں

باغِ جہاں میں گُل پژمردہ ہیں کہ آہ — گلچیں ہمارا کوئی بجز باغباں نہیں

مثلِ ستار نشترِ مژگاں کے شوق میں — باہر ہیں پا میرے دل میں گوں کا نشاں نہیں

جلتا ہوں ہجر میں کہ ہوں فانوس کا چراغ — نزدیک پیرہن سے تنِ ناتواں نہیں

اے شمعِ بزمِ حسن جو دعوت نہ کی تو کیا
پروانہ تیرا عشق ہے کچھ میہماں نہیں

بیجا گلی میں اُس کی یہ شورِ سگاں نہیں — پر کیا کرے دل شکستہ سے دو استخواں نہیں

نزدیک تھا تڑپ کے ہلا دے زمین کو — پاسِ ادب سے دُور ترا ناتواں نہیں

تیرے ہوائے شوق سے محکم ہو نو پھر — مانند بلبلوں کے مرا آشیاں نہیں

دُو دل بسانِ شیشۂ ساعت ہی دو دستو — جز گرد تفرقہ کے کوئی درمیاں نہیں

جو فیض چاہیئے درِ دولت سے دل کیے لے — جز فتح باب کوئی یہاں پاسباں نہیں

خاطر میں اُس کی ضعف سے میں ہی نہ جا سکا — شکوہ فراموشی کا کروں کیا زباں نہیں

جاں کے لیئے بدن کو کیا میں نے خاک عشق
ہونا عزیز کس کو بھلا میہماں نہیں

اصرار یوں نہیں ہے مناسب میاں نہیں — ہم خوب جانتے ہیں کہ تم کو وہاں نہیں

ہاں گر کہو تو ہے جو نہیں یو لو ہاں نہیں — یہ امر آپ کا ہے مرے تن میں جاں نہیں

جو ساتھ ساتھ اپنے وہ سروِ رواں نہیں — قابل نظارہ کرنیکے اب بوستاں نہیں

موجود دہر میں کہیں ہے پر اُس کا نشاں نہیں — جلوے میں جو جمال کہاں ہے کہاں نہیں

تیغِ نگہ سے اُس کا مسخر جہان ہے — لوگ اسیرِ زلف مہِ آسماں نہیں

ہے شوق بس یہی کہ تجھے دیکھتا رہوں — لیکن حجاب دو رکھی ہو یہ گماں نہیں

کھولو جو کان کو تو بنے پُر گہر صدف — ابرِ بہار ہے یہ ہمارا بیاں نہیں

ہیں آبلے کہیں دُرِ مضمونِ آبدار — بے جوہر الغرض مری سیفِ زباں نہیں

سر بیچ بیچ کرتے ہیں سودائے عشق ہم — یہ وہ معاملہ ہے کہ جس میں زیاں نہیں

تجھ سا سدا بہار چمن میں بنا کے پھول — ہاتوں کو اپنے چومتا کیوں باغباں نہیں

سہتے جفائیں ہو تو چلے ہم تمام اور ۔ ہونا تمام اُن کا ابھی امتحاں نہیں

ظاہر ہوئی کشش نہ نمایاں ہوا ہی خم ۔ غمزہ نہیں ہے تیر وہ ابرو کماں نہیں

مسجد کو دیر کو نہ گیا میں تو کیا ہوا ۔ کیا سجدہ گاہِ خلق ترا آستاں نہیں

منہ پھیرتے رقیب ہیں اِس ناتواں سے کیوں ۔ کتوں کا طعمہ پوست نہیں استخواں نہیں

غم تیرا کیا بسا دلِ خانہ خراب میں ۔ دل جسم میں نہیں ہے مہرِ مکینِ جاں نہیں

اُس نے سفر کیا تو ہے جاں پا در رکاب ۔ گلگونِ اشک کی مرے کف میں عناں نہیں

رُونا اُٹھا ہے گھر سے ترے عشق رو کے لے

قابل شنائے بحر کے یہ ناتواں نہیں

مہرو مرا قریں ہے تو خوفِ قراں نہیں ۔ گردش کا تیرے کچھ بھی خیال آسماں نہیں

تیغِ زباں سے اُس کی کسی کو اماں نہیں ۔ اور کیا جوابِ تلخ سے شکر فشاں نہیں

یہ سخت جانی اپنی بھی کچھ رائگاں نہیں ۔ اک دم نہیں جو تیغِ ستم کی فساں نہیں

شوقِ نظارہ میں ہیں ہوئے گھر ہزار اُجاڑ ۔ میں بھی چمن میں ہوں خبرِ آشیاں نہیں

غم تیرا تیرے آنے سے دل سے نکل گیا ۔ سچ کہتے ہیں کہ عیش و خوشی جاوداں نہیں

میں مرتے مرتے ایک نظر تجھ کو دیکھ لوں ۔ ہے شوق دیکھنے کا مجھے فکرِ جاں نہیں

آرام کے خیال کا دل پر جو ہو گذر ۔ کہتا ہے درد دُور کہ خالی مکاں نہیں

یوں چاٹ چاٹ تیغِ زباں کو کرے تیز ۔ لبِ لعل آبدار ہے سنگِ فساں نہیں

رہتا ہے تیر اُس کا دلِ چاک چاک میں ۔ اُس مرغِ تیز پر کا کہیں آشیاں نہیں

اک شب بھی آتے پاس پئے امتحاں نہیں
حسن یقین میرا ہے تم بدگماں نہیں

بے چین یاں کچھ بھی جب مرا آرام جاں نہیں
کیسے کہوں کہ واقف درد نہاں نہیں

نسبت ہمارے بیچ ہے وہی شخص و عکس کی
تیرے سوائے میرا کہیں اب نشاں نہیں

منہ دے نہ آئینہ کو حیا کی بھی شرم رکھ
یہ شوخ دیدہ یار ترا رازداں نہیں

گر چشم آئینہ میں حیا کا نہیں ہے نور
کیوں سرمہ دیتا اس کو ترا آشنا یاں نہیں

قاصد پرا کنفا ہے کہاں شوق میں تیرے
سیلاب اشک ساتھ کب اس کے رواں نہیں

برباد بوئے گل کی طرح کیوں کرے ہے تو
گلزار کا یہ رنگ ہے بلبل فغاں نہیں

فریاد جا خموشی میں ہے گوش و زبان یک
جز غنچہ اس چمن میں مرا ہمزباں نہیں

بیگانہ خوئی آپ کی کافی نہیں ہے کیا
دروازہ پر ضرور سگ پاسباں نہیں

وقت سے ہی ملی ہوئی رنگینی کلام
یہ سنگلاخ دیکھو کم از گلستاں نہیں

میں مانتا ہوں قول کو مومن کے دل سے عشق
"جو فتنہ خیز اب ہے زمیں آسماں نہیں"

کچھ لعل ہی پہ سوز جگر کا گماں نہیں
ہے کون تیرے لب سے جو آتش بجاں نہیں

کیا آگ میرے دل کو جلاتی زباں نہیں
اے جان دل بھی کہنے کی تاب و تواں نہیں

اس شمع بزم حسن کی ہیں دلفروزیاں
پروردۂ دل نہیں مرا آتش بجاں نہیں

مرتا ہزار جان سے تجھ پر ہوں تو بھی آہ
منظور میری زیست تجھے میری جاں نہیں

کس قافلہ کا ہے دل نالاں مرا جرس
گذرا نہ ایک دم جو با آہ و فغاں نہیں

تھا دل غریب معنیٔ بیگانہ ہو گیا — جز بیتِ ابروِ صنم اس کا مکاں نہیں
طاقت نہیں کہ دور کروں دل سے اضطراب — مالک ہے اِس مکان کا وہ میہماں نہیں

اے عشق بس کہ شورِ قیامت بپا ہوا
آواز صور کی سی ہے تیری فغاں نہیں

کب بدۂ خیال میں موئے میاں نہیں — کب ضعفِ دل کا یار میں رازِ نہاں نہیں
دل تھا کہ آئینہ تھا تمہارے خیال کا — ہر چند ڈھونڈھتا ہوں پر اُس کا نشاں نہیں
میں دردِ دل چھپانے کا حاصل کہوں کہ کیا — کر دیگا یہ تبسّمِ پنہاں عیاں نہیں
مُنہ کو چھپا کے ہوتے ہو تم کیوں کنارہ گیر — بوس و کنار کا تو سخن درمیاں نہیں
لے اب غبار میری بنی پردہ دار ہے — خوفِ نظر کسی سے تجھے آسماں نہیں
دشمن بھی ترس کھانے لگے حال پر مرے — ممنوں ہیں تمہارا کیا ہی دوستاں نہیں
جو ہر نہیں یقیں یہ رکھتے ہیں ماہرو — کب تجھ سے آئینہ یہ کناں کا گماں نہیں
ہستی عدم میں رہنے کی تکرار کس لئے — دیتے گواہی کیا ترے لاؤ وہاں نہیں
اک سطرِ خون ہے ہے لکھا عرضِ حالِ دل — اے یار دیکھ نالۂ آتش فشاں نہیں

سرچشمۂ حیات کی ہے موج دلربا
ابرو تمہاری تیغ نہیں اور کماں نہیں

محوِ خموشی کہیے تو کس وقت ہم نہیں — یہ بھی زیادہ گوئی ہے سمجھو کہ کم نہیں
کہتے ہیں گرچہ عاشقِ حیران ہے ہم نہیں — آئینہ دارِ شرم مگر کب قسم نہیں

گر جاں گئی تو اُس کی جگہ شوق ہی ترا — کب ملکِ دل میں اس کی حکومت رواں نہیں

غالب کی طرز پر بھی سنا دے کوئی غزل
کیا عشق تو دلیلِ رہِ شاعراں نہیں

ہاں آشنا اثر سے یہ شور و فغاں نہیں — لفظِ کہن میں معنیٔ تازہ سے جاں نہیں
ہر دم ہے تیری یاد میں پاسِ نفس مجھے — نزدیک تجھ سے دور ترا پاسباں نہیں
جور و ستم سے تیرے ہوں ممتاز خلق میں — خلعت یہ فخر کی ہے ترا امتحاں نہیں
مجھ کو خفیف کر کے نہ بچاؤ بار بار — جو بار دو گے تم سو وہ دل پر گراں نہیں
ہر لفظ ایک بحر ہے ہر معنی ایک کان — خاطر میں نکتہ سنجوں کے کچھ بحر و کاں نہیں
گردش جو دیکھ لی تھی اُن آنکھوں کی ایک بار — چکر سے چین پایا ابھی آسماں نہیں

اور اک غزل کے سننے کا ہی شوق دل کو عشق
میں بھی تو شعر فہم ہوں کیا قدر داں نہیں

ہم سے ہوا سلوک جو تم پر نہاں نہیں — کب ذکرِ خیر آپ کا وردِ زباں نہیں
جب جائے دل کی کوچۂ زلفِ بتاں نہیں — ہے مرغِ پر شکستہ جسے آشیاں نہیں
اپنا مکان خاص تو جز لامکاں نہیں — ہے یہ بھی اک نشان کہ تھا کچھ نشاں نہیں
سودا یہ سود کا ہے سراسر زیاں نہیں — کب گرم اس کسادی میں میری دکاں نہیں
رہتا تھا دل میں درد گیا اس کو چھوڑ دل — کیا طرفہ ماجرا ہے مکیں ہے مکاں نہیں
زاہد تو نیک اور رِندوں بد میں جو دیکھئے — آپس میں غیرِ فرق عیاں و نہاں نہیں

بجھوکے اس نے آپ کے کھاتے ہیں داغ کیا
بیدانہ ہے یہ دام ولے بیدِ رم نہیں

ناصح کا قول مانتے مرا دل کہاں کی بات
میری کبھی تو کچھ بھی موثر قسم نہیں

ہستی ہماری جستجوِ فنا میں بسر رہی
اک دم نہیں کہ گردِ طریقِ عدم نہیں

یوں لفر و زیتری طلب ہے تو کون ہے
جوں شمع گرمِ راہ جو سر تا قدم نہیں

دکھلائے پر بھی چہرے کو بیمار کیسے ترے
حیرت ہے چشم آئینہ میں کچھ بھی نم نہیں

فکرِ جوابِ نامہ کھپاتی ہے جان کیا
کیا کیجے اپنے ہاتھ میں اُن کا قلم نہیں

اک سادہ دل کے صفحہ سے روشن سواد ہوں
جوہر کا بھی اس آئینہ میں کچھ رقم نہیں

کیا ماہِ نو کو ہمسری ابروئے یار سے
جب آسمانِ تازہ ادا اس کا خم نہیں

سودا نہ ہوگا دل کبھی سودا یہ چھوڑ دے
بازارِ حسن میں تو کہیں قدرِ غم نہیں

مومن کی جان تازہ اگر ہو اسی سے ہو
روح القدس سے عشق ترا نالہ کم نہیں

اب دل میں دین و کفر سے شادی و غم نہیں
بیت الحرام کب ہے جو بیت الصنم نہیں

کب اس پری سے آپ بھلا متہم نہیں
کیا مجھ سے ملنے حیلہ بھی مغتنم نہیں

بایکدگر ہو خوش کہ ہوئیں کبھی ستم ظریف
عینِ کرم ہے مجھ پہ یہ تیرا ستم نہیں

دل سے ہمارے اُن کا دہن تنگ ہے بہت
غم سے ہمارے اُن کا تبسم بھی کم نہیں

خورشید رو وہ آگیا رونے کو میرے پاس
حیران ہو کہ دیدۂ خونبار نم نہیں

مر مر کے جی گئے ہیں بہت اُس کے شوق میں
آبِ حیات لب ہے ترا یار سم نہیں

ہنستا ہوں دیکھ دیکھ کے میں اُن کو کہ غم نہیں
کیا صورت اُن کی غیرتِ باغِ ارم نہیں

مجھ سے تو حال بھی نہ لکھا جائیگا کبھی
اُس سادہ رُو کا عشق ہی شوقِ رقم نہیں

فرطِ غرورِ حسن و نزاکت سے کہتے ہیں
ہم سرگراں نہیں ہیں کہ گردن میں خم نہیں

میں جانتا ہوں پیاسے مرے خون کے ہو تم
کیوں بے محابا چھوڑتے کھانا قسم نہیں

دلبر کا اپنے شکر ادا کس زباں سے ہو
وہ دل نہیں ہے سینہ میں وہ دردو غم نہیں

جب سے کہ پاس کا دلِ وارفتہ رام ہے
اس کو کسی سے پھر بجز آرام رم نہیں

بیدم سمجھ کے مجھ کو تو دم دیتے ہی رہے
دم بھر تا اُنکا کب میں رہا دمبدم نہیں

حاصل مرادِ مے کے پیالے سے ہے تمام
کچھ غم نہیں میسّر اگر جامِ جم نہیں

قائم مقام عشق کا جز غم نہیں کوئی
سر تا قدم جو ہم ہی رہے ہم تو ہم نہیں

اے شاہِ حسن ناز ہے کیا مجھ فقیر پر
محتاج کا غنی پہ کہو کب کرم نہیں

آنسو کے بدلے آنکھ سے حسرت ٹپکتی ہے
دریائے اشتیاق میں دیکھو کہ نم نہیں

کیونکر ہے اپنا شیشۂ ناموس چور چور
اُس طفل کے تو ہاتھ میں سنگِ ستم نہیں

کیا داغِ دل کی عشق کہوں نور باریاں
ایسا کوئی چراغ بدیر و حرم نہیں

اُن کے کرم سے کیا کہیں آگاہ ہم نہیں
اتنا تو جانتے ہیں ستم پہ ستم نہیں

کیا کیا دل اور جان پہ رنج و الم نہیں
گر اُن کی ہے اسی میں خوشی کچھ بھی غم نہیں

کس کی نگہ سے لشکرِ غم بے نشان ہے
پرچم نہیں ہے شعلے کا نالہ علم نہیں

داغ باغ مراد تازہ ہے — گل دائم بہار رکھتے ہیں
تجھ سے حاصل ہوا یہی اے گل — دل میں اک خار خار رکھتے ہیں
تو بھی کچھ سن لے ہم غریبوں کی — خواہش امیدوار رکھتے ہیں
ایک قول و قرار سب کیا ہیں — ہم نشیں برقرار رکھتے ہیں
دل خرم نہیں ہے سینہ میں — داغ اک یادگار رکھتے ہیں
قہر کے تم وہ ہو یں آڑا دیتے — گیسوئے تابدار رکھتے ہیں
کون سنتا ہے کیا کہیں ہر دم — نالۂ زار زار رکھتے ہیں
پرورش نفس کی نہیں بیکار — سنگ یہ بہر شکار رکھتے ہیں
اک لچک بس ہے جان لینے کو — کیوں کمر میں کٹار رکھتے ہیں
کیوں بُرے مجھ سے ہونے ہوشیار — تم تو خوبی ہزار رکھتے ہیں
اس چمن میں جو پھرتے ہیں دلبر — بار اک بار بار رکھتے ہیں
کیا فدا جو سخن کریں تجھ پر — یہی بہر نثار رکھتے ہیں
بیوفائی تری رہے کب تک — ہم وفا پایدار رکھتے ہیں

عشق کے جو اسد علی[1] خاں ہیں
منت بے شمار رکھتے ہیں

ہے شوق لب کا ترے جس کے دیدۂ تر کو — سلام تشنگی کرتی ہے اس کی کوثر کو

---

[1] حیدرآباد کے ایک قدیم متعبدار جو مصنف کے کلام کے بے حد قدردان تھے۔ ۱۲

عاشق کا تیرے نام و نشاں تک بھی مٹ گیا — لوحِ مزار پر بھی رہا کچھ رقم نہیں

طاقِ مزار ساتھ لیے پھرتے ہیں ضعیف — کچھ پشت اُن کی بارِ تعلق سے کم نہیں

دیکھا فنائے عشق میں جب ہے بقائے حسن
ہوں نیستیٔ ہست کہ ہستی عدم نہیں

ہے یوں ستم کا شوق جو تم کو تو غم نہیں — غصہ کے بدلے غم ہی رہے دل میں ہم نہیں

رونا یہ اپنا دیکھو تو ہنسنے سے کم نہیں — غم کی خوشی سے پھولے ہیں دیدۂ نم نہیں

گالی نہ بددعا نہ مرے سر کی ہے قسم — کیا ہو گیا قصور کہ مجھ پر کرم نہیں

گر حکم ہو تو سر سے بھی اُٹھ جاؤں گا ابھی — پر کیا کروں کہ ضعف سے اُٹھتا قدم نہیں

غم ہے تپش ہے درد ہے حسرت ہے سوز ہے — سب کچھ وہی ہے مجھ میں مگر ایک دم نہیں

اُس لعل لب کے تلخ جوابوں پہ غش ہوں میں — ہے بانمک شراب مگر کیف کم نہیں

تحریرِ شوق دیکھ کے گر وہ ہوئے ہیں تیز — کر جاتے آ کے ہاتھ مرا کیوں قلم نہیں

سو عافیت ہے اک نہیں میں "نہیں" نہ چھوڑ
آغازِ عشق ہے ابھی بالختم نہیں

ہم جو جسمِ نزار رکھتے ہیں — جانِ امیدوار رکھتے ہیں

سب فسوں گو ہزار رکھتے ہیں — پیچِ کاکل کے مار رکھتے ہیں

تیری آنکھوں کے شوق میں ہم تو — سر ہے جب سے خمار رکھتے ہیں

دل میں تاب و تواں نہیں باقی — حسرتِ انتظار رکھتے ہیں

نہ بند اُس کو کرو دم بھی مجھ پہ کرنے دو | تم اپنا جان لیے لب مسیح نفسوں گر کو

غمِ فراق ہے طوفاں تو صبرِ دل کیا ہے | یہ موجِ اشک بہا لے چلی ہے لنگر کو

سبھی ہیں بزم میں غش کس ادا سے چلتا ہے | ملے جو ہاتھ سے ساقی کے پاؤں ساغر کو

دو لب ہیں اُن کے ہوا اسیرِ دو جہاں میں | نہ چاہوں آبِ حیات اور آبِ کوثر کو

بغیر ذکرِ غمِ عشق یہ نہیں لگتا | الٰہی کیا کروں میں اس دلِ مکدر کو

سلوکِ شوق میں اب مجھکو عشق لازم ہے
بسانِ خامہ چلوں راہ پاؤں کر سر کو

بیان کیا کروں میں اپنے حالِ ابتر کو | کہ دل تو کھو چکا دیکھا نہیں ہوں دلبر کو

کیا ہے آئینہ بیمار تیرا بستر کو | تری ہوا میں بس اب دم ہی اسکا دم بھر کو

تڑپ یہ میری بچھونوں کو کب سُلا دیگی | تمام فرشِ زمیں بس نہیں ہے بستر کو

گیا جو دل تو یہ رو دے کہ چشم کھو بیٹھے | الٰہی روئیں ہم اب کیسا دیدۂ تر کو

نظر سے بچ کے مری آنکھ میں ہیں آ بیٹھے | میں اپنی آنکھ کہوں کیسے اُن کے منظر کو

وہ شوخ دیدہ معالج ہوا نرا بیدل | گڑا ہی دیگا رگِ جاں میں بھی نشتر کو

نہیں یہ کھلتا کہ کب شوق آزمانا ہے | کسی کی بندشِ در سے کسی کی ٹھوکر کو

نہیں ہے درد کہ دل میں وفا ہی جلتی ہے | ہے بوئے عود سے بھی ننگ اپنے مجمر کو

سیا جو جیب تیرے پھر کام ہوگا سینہ کا | ہے یاد پوچھو تو جرّاحی بھی رفوگر کو

انہیں کے میں بھی تو ہر دم جبیں پہ پڑا ہو | ہے قمر بادنی کا دعویٰ یہ جن کی ٹھوکر کو

ہُوا ہے بارِ تن اب سر کو میں پٹکتا ہوں — گیا نہ راہ میں اُس کی تو کیا کروں سر کو

جگر سے لب تلک آگ لگ اٹھی اب تو — لگا دے مُنہ سے مرے ساقیا تو ساغر کو

غضب ہے بات مری دل کی دل میں رہ جائے — رسائی گوش تلک اُس شوخ کے ہو گوہر کو

تباہ حال مرا دیکھ خلق روتی ہے — نہ آیا رحم کبھی آہ اُس ستمگر کو

جو موجزن تھا شبِ ہجر اشک کا دریا — گرایا آنکھ سے کیا کیا نہ ہم نے اختر کو

تمہاری راہ میں دیکھوں بھلا سبب کیا ہے — نہ جھپکی آنکھ مری دیکھتا رہا در کو

سمجھ کے شوق میں اک موجِ چشمۂ کوثر — لگا لوں اپنے گلے سے میں اُس کے خنجر کو

پڑا ہوں ضعف میں اُس بن یہ کیا جلاتا ہے — خدا کرے کہ لگے آگ ایسے بستر کو

لکھونگا شوق میں وہ نامدار اب باتیں — کہ سمجھے سلکِ گہر بار خطِ مسطر کو

کہاں ہے حال کہ سنئے تمہارا قالِ عشق
خدا کے واسطے کھولو نہ اپنے دفتر کو

کہاں کا چین کدھر نیند تیرے مضطر کو — کہ دے چکا ہے سب آرام اُس نے بستر کو

غضب ہے پیری میں یہ داغِ عشق دل آرہ — چھپاوے روئی میں کس طرح کوئی اخگر کو

سبھوں کو اُس پہ گماں ہو گا دیدۂ تر کا — دکھاؤں داغ جو میں آفتابِ محشر کو

ہوائے شوق میں اُڑتی ہے حسرتِ پرواز — جو بند ہوں میں قفس میں تو کیا کروں پر کو

رلاتا میرا ہنسی سے نہیں تمہیں منظور — نکال دانت نہ غلطاں کیجے گوہر کو

بغیر شربتِ دیدار کیا تشفی ہو — ہے کیا تشنہ ترا دیکھ دیدۂ تر کو

رقیب ہوں کہ ترے اقربا ہوں کیا پروا
کیا ہے میں نے تو اب دور دل سے سب ڈر کو

ہوائے مہر میں ہر ذرّہ کیا چمکتا ہے
نہیں خیال تو کیا ہے تجھے بندہ پرور کو

شبِ فراق مرے داغ کیا فروزاں تھے
کہ اب دیکھنے کی بھی نہیں تھی اختر کو

ہیں پاؤں سوتے تری جستجو میں پھر پھر کے
ہے کوئی رہ پہ جو پہچانے پاؤں سے سر کو

ہلالِ عید کا دھوکا ہوا مجھے ناگاہ
جو دیکھا ہاتھ میں قاتل ترے میں خنجر کو

گذار راہِ طلب کیوں نہ ہو مجھے آساں
جو ساتھ اپنے رکھوں شوق سے میں رہبر کو

جلالِ پیرِ مغاں دیکھو جس کے ابر پر
سوال کا بھی نہیں ہے مجال قیصر کو

غبارِ دل کا مرے گفتگو سے ظاہر ہے
ملایا خاک میں کیا میں بھی آبِ گوہر کو

لکھے گا خط کوئی اب صاف عشق کو شاید
پھر اور کیا کرے حسن اس کا مشک و عنبر کو

کرے گا زیر و زبر عشق دل کے کشور کو
کہ لایا ساتھ غم و درد سے ہی لشکر کو

نہ ہوگا پیاسا مرے دل کے خون کا شاید
کہ پی گیا وہ لبِ لعل آبِ گوہر کو

اسی شکاری کی طرزِ ستم کا مارا ہوں
جو چھوڑ دیتا ہے کر زخمی صیدِ لاغر کو

سمایا سر میں مرے آج کل یہ سودا ہے
کہ یاد بھی نکروں دل کو اور دلبر کو

فلک سے کام لیا عاشقی میں عالم نے
کہ وہ ضرور تھا اس بحر میں شناور کو

شرابِ عشق سے کیا میرا فہم خوب ہوا
کہ محض خیر سمجھنا پڑا ہے ہر شر کو

ہیں واعظ اب کے یہ مصروف امر بالمعروف
کہ مطلقاً ہیں گئے بھول نہی منکر کو

نہیں ہے شک کہ تیرے شوق میں دیدۂ تر　　کریگا دامنِ پُر گل کنارِ محشر کو

نچا نوں عشق کہ یوں خارِ دیدۂ مردم
کیا ہے شوق نے کس گل کے جسم لاغر کو

سکھایا کون یہ تیوری چڑھانا دلبر کو　　دکھاتا آئینہ رُو سے ہے وہ جوہر کو
نچا نوں ہوئیگی آخر برابری کیونکر　　تمہارے ناز سے مجھ خاک سے برابر کو
اُسی نے بے سر و پا کر دیا ہے مجھ کو آہ　　میں جانتا تھا دلِ خود پسند خودسر کو
فلک کو دیکھ رہی ہیں کہ کب پھراتی ہے　　تمہاری چشم کی گردش ہمارے چکر کو
ہمیشہ سنتا ہے فریاد العطش میری　　دکھاتا دُور سے مجھ کو فلک ہی ساغر کو
ہم اپنا دشمنِ جاں کر چکے تری خاطر　　دلِ شفیق و رفیق اپنے یارِ یاور کو
فدا ہے رتبۂ عاشق کہ پائے بلبل پر　　نثار کرتا ہے معشوقِ گل سر و زر کو
امیدوار ہیں سکی جو دل سے کھینچوں آہ　　بلند دیکھئے اک شاخ نخلِ بے بر کو
ہوائے شوق میں اس بام کے ہی اڑتا دل　　حرم ہے سمجھے تھے ہم واہ اسی کبوتر کو
وہ شمع رُو ہے مرے سوزِ دل سے بہرہ مضموں　　کہ ایک بُت نہ ملا ہوگا ایسا آذر کو

جلایا دل نو رُلائے گا شوق مجھ کو عشق
ضرور آپ ہے جب آگ لگ چکے گھر کو

دیا گیا تھا مرا نامہ کب کبوتر کو　　کہ کر دیا نہو پروانہ اسکے ہر پر کو
پسند آنا مرے پاس گر نہیں اُس کو　　بلا تو لیوے مجھے یار اپنے ہی گھر کو

جگہ تو دل میں ہی دی اُس بُتِ ستمگر کو
اُتارا شیشہ میں کیا تو نے عشق پیکر کو

شکستہ رنگ بھی چہرے سے اُڑ چلا میرے
کیا ہوں لا مہ بر اپنا میں مرغِ بے پر کو

پھپھولے ہجر کے دل میں پڑے قدم سے مرے
نثارِ دامنِ صحرا کیا یہ گوہر کو

تمہارے کان کے موتی کو دیکھ حیراں ہوں
کہ ساتھ مہر کے دیکھا نہ تھا میں اختر کو

ہیں رنگِ زرد سے اپنے ہوا بہت حیراں
اثر اُڑا لے کا کیا کیا ملا یہ کیسر[۱] کو

جلا کے سوزِ دروں اس کو آہ راکھ کرے
رکھے نہ دیدۂ تر نم جو میرے بستر کو

دمِ اخیر یہی آرزو ہے عاشق کی
اُڑا دے ہاتھ سے اپنے تو اُس پہ چادر کو

وہی تماشا دکھاویگا ہجر مجھ کو آہ
دکھایا اُس نے جو یعقوبؑ سے پیمبر کو

سیاہ کاریٔ ہجراں میں کیا کہوں تم سے
سپید دیکھے ہے آنکھوں کو اور مرے سر کو

خدانخواستہ حاصل اگر نہ ہو دیدار
شبِ فراق ہی سمجھونگا روزِ محشر کو

سُنا ہے تم نے کسی سے اگر سخن اچھا
سُنا ہی دیگا سنو عشق اُس سے بہتر کو

دکھاؤں آئینۂ چشم کے جو جوہر کو
تو کر دوں بحرِ ندامت میں غرق اختر کو

وہ گھر تھا آئینہ جس سے کیا ہے باہر کو
نظر میں بن کے چلا جاؤں کاش اندر کو

ابھی میں چھوڑ کے دنیا فقیر ہو جاؤں
جو اُس گلی میں ہو ممکن بچھانا بستر کو

گلی میں اُس کی چلا ہوں ہیں بد کا کھٹکا
پہ ڈر یہی ہے کہ کھانا پڑے نہ پتھر کو

---

[۱] ۔ زعفران ۔ ۱۲

سلوک و سنت و توحید کا بیاں مفقود — کہ قصہ خوانوں نے رکھا ہے داب منبر کو
جو نکلا نالہ مرا لختِ دل ہی لے نکلا — نہ دیکھا ہوگا فلک ایسے تیر اور پر کو

قطعہ

ہے نیزہ باز سپاہی مرا دلِ نالاں — کہ ساتھ رکھتا ہے تیر و تفنگ و خنجر کو
مگر جگر ہی پہ ہے صرف سب ہنر اس کا — کروں سو کیا نہ ہوں پیٹتا جو میں سر کو

سناتا عشق میں احوال اپنا ہوں ہر دم
نیا ہے دیکھئے اس قصۂ مکرر کو

مقام دل نے کیا اپنا دیدۂ تر کو — ہوا پسند سمندر بھلا سمندر کو
جو خونِ دل سے مرے اُن کے لب کو نسبت ہے — کہاں یہ ربط میسر ہو شیر و شکر کو
سوال دل میں یہاں لب پہ ہے جوابِ ہاں — الٰہی کیا کرے ایسے کوئی مقدر کو
بھلا یہ سنگِ درِ یار کیوں نہیں ہوتا — کہ اپنے درد کی بھی اب خبر نہیں سر کو
شکستہ پا ہوا ہوں رنگِ نالۂ بلبل — کہ بوئے گل سے لیا مستعار شہپر کو
نہ قتل ہونے میں انکار ہے نہ کچھ دعویٰ — قبول کرلے جو قاتل ہی میرے محضر کو
جہاں سیاہ نظر مجھ کو آرہا ہے اب — کرم سے جلد دکھا دو رخِ منور کو
ہزار شکر کہ دل ہے غنیِ بدولتِ فقر — فراغت ایسی کہاں ہے کسی تونگر کو
بروزِ حشر بہت گرم ہو رہے خورشید — کروں گا چادرِ سر اپنے دامنِ تر کو

وہ آبِ چشمۂ حیوان سے سیر ہوگا عشقؔ
دکھاؤں آئینۂ شعر اگر سکندر کو

عبارت اس کی اگر خط سے خوب ہو ایجاں — تو خوش رقم ہے کہو لعل روح پرور کو
اسی کے دل میں پتا ملگیا ترا آخر — جو چھان مارا تری جستجو میں گھر گھر کو
اگرچہ شوق میں تیرے ہوا ہوں بے سر و پا — عوض میں سر کے قدم کے رکھا ہوں چکر کو

گہر کے لعل کے طالب ہیں جو ہری عشق
نہ پڑ لے آنکھ میں ان کی دے اپنی کنکر کو

کسی کو آنے نہ دوں دیکھ لے ترے گھر کو — سمجھ نہ حلقۂ در مجھ سے چشم بر در کو
یہ خامشی کا ہے اعجاز لعل دلبر کو — کہ ہونے دے نہ کبھی دو کسی سخنور کو
بہت سمجھ کے کرو تم اشارۂ ابرو — گلے یہ اپنے کوئی پھیر لے نہ خنجر کو
ہوا کسی کا نہ دل سوزہ بت بیدرد — کسی نے آگ سے خالی کبھی دیکھا پتھر کو
نہیں ہے خوف جو تجھ کو زمین آسماں ہو تنگ — کہ امن اپنا سمجھتا ہوں دل ترے ڈر کو
نزاکت اپنی سمجھ کی سوا ہے شیشہ سے — میں خون دل ہوں سمجھتا شراب احمر کو
کیا ہے غم مرے سینہ کو صفحہ سر مشق — کہ پسلیوں سے مرے دیکھا اس نے مسطر کو
جو قد یار کو دیتے ہیں اس سے ہم تشبیہ — تو کیوں نہ فخر سزا وار ہو صنوبر کو
عزیز و حال میں بس چھوڑ دو مرے مجھ کو — کہ دو جہاں سے نہیں کام کچھ قلندر کو
تری ہوا میں بھڑکتا ہے دل بہت میرا — فروغ کیا رہے ایجاں چراغ مضطر کو
ہے شش جہت سے نمودار جلوۂ دیدار — یہی ہے سوچ کہ اب منہ کروں میں کیدھر کو

تبھی تو عشق ہیں مضمون شوخ سب تیرے

گلی میں اُس کی جو آسودہ رہنے بھی نہ دیا — ہماری خاک سے کیا دشمنی تھی صرصر کو
کبھی نہ سیرِ چمن کا وہ پھر خیال کرے — نسیم دیکھے جو اُس مجلسِ معطر کو
حسین سارے ہیں محتاج گرچہ زیور کے — یہ زیب تجھ سے ہے سارے لباس و زیور کو
کسی کو دیر و حرم کی خبر نہ تھی تب سے — ہوا ہے سودا ترے سجدہ کا مرے سر کو
ہے نالہ میرا بھی اے ماہرو کوئی طوفاں — یہ لائے جوش میں کیا کیا نہ بحرِ اخضر کو
ہے عدل عشق کا اس چشم سے مرے دل سے — بہم جو دیکھتے ہیں باز اور کبوتر کو
شکر کو مشک کو اس سے نہیں ہے کچھ نسبت — دکھا دو شعر مرا زلف و لعلِ دلبر کو

وہ آکے عشق نہ پھر جائے لے خبر میری
ادھر اُدھر ہے تو کیوں پھرتا چھوڑ کر گھر کو

گئے ہو بھول بہت دن سے آپ کمتر کو — کروں ہوں یاد میں اس بازو بد اختر کو
سرِ غرور بہت کچھ تھا دیدۂ تر کو — قدم سے اپنے ہی پایا ہوں اُس کے ہمسر کو
کرم کرو تو اسی دم ہو میری جاں بخشی — نہ بھولو بہرِ خدا ہر دمِ مقرر کو
ہمارے دل کو تو اپنا کیا ہے تو ظالم — خراب اور نہ کر کشورِ مسخر کو
تری تو راہ میں پتھر نہ تھا کوئی حائل — یہ میں قدم کے تلے دیکھا اپنے ہی سر کو
میں سخت جاں ہوں فلک تجھ کو چاہئے کی قسم — نہ جانے دے مرے سر سے ایک پتھر کو
مریضِ عشق کا ہر دم ہے مختلف احوال — کہ ایک حال سے نسبت نہیں ہے دیگر کو
نکالتا ہے وہ مطلب کی اپنی بات سے بات — میں نیک ظن کروں کس طور ایسے بد بر کو

کہیں مانع تجلی کا حجاب ناز ہوتا ہے — جو ڈھانپا منہ کو تم نے تو نہایت خوشنما ٹھہرے

بہت ناصح پھرا سر کہیں میں آن سے تیار ہو — تیقن جب ہوا دل کو کہاں پھر وسوسا ٹھہرے

نہیں جانا گلی سے ان کی اپنا بے سبب کب ہے — نہیں کھوئے تجھے دل کو ہم اس کا کھوج پا ٹھہرے

خیال آیا تھا رونے میں مگر کچھ ان کے ہنسنے کا — کہ سارے قطرہائے اشک موتی بے بہا ٹھہرے

تمہارے دیکھنے کا شوق ان کو یہ ہوا دیکھو — کہ جاں و دل ہمارے دونوں آپ کھو کے نہیں آ ٹھہرے

خوشی سے ہم تمہارے گھر میں آتے ہیں جاتے ہیں — مبادا پھر جنون عشق ہی زنجیر پا ٹھہرے

تمہارا بیٹھنا اٹھنا نہیں بیکار چلنا بھی — اٹھے دلبر رہے دلدہ چلے تو دلربا ٹھہرے

کہے جاتا ہوں[۱] تو میں نے بھی ایسی بیقراری کی — تماشا دیکھتے حیران بیچون و چرا ٹھہرے

نہیں جب بد ہی کب عید سے ہم شاد ہوتے ہیں — ہزار آوے اگر نوروز تو غم کا دما ٹھہرے

تو ہم دربدر پھر پھر کے ہوئے بیزار کیا حاصل — کفیل مطلب دل اب ہمارا بس خدا ٹھہرے

ہماری کیا حقیقت رات دن دیکھو مہ و خورشید — اسی کے آستاں پر سر بسر ہیں جبہ سا ٹھہرے

مکاں آرام کا سمجھا تھا میں نے خانۂ دل کو — نہ تھا ہرگز گماں آخر کو یہ ماتم سرا ٹھہرے

نہ ہو بے یار ہم سے گفتگو خاموش بیٹھے ہیں — نہ ہووے جب چمن میں گل تو بلبل بے صدا ٹھہرے

یہ کس کے ملنے کا ہے فیض حیراں ہیں نہیں معلوم — کہ بالکل ہو گئے بیخود آپ سے ہم یوں جدا ٹھہرے

نہ جا سکتے ہیں سامنے ان کے نہ ان کو روک سکتے ہیں — انہیں کی مہربانی ہے جو ہم بے دست و پا ٹھہرے

شراب حسن سے سرشار کب تک یوں ہی رہو بس — کہ ہم بھی ہوش میں آویں تمہارا اگر نشا ٹھہرے

۱؎ : یعنے اس نے کہا کہ میں جاتا ہوں تو میں نے ایسی بے قراری کی۔ یہ اس وقت کی زبان ہے ۔ ۱۲

کہ خونِ دل سے دیا رنگ میں نے ہر ہر کو

کیا ہو گیا ہے جذبِ دلِ بیقرار کو — لایا نہ کھینچ گھر مرے اب تک جو یار کو

ہے ربط چشمِ تر سے دلِ داغدار کو — ہاں بر یہی ضرور ہے اس نو بہار کو

میں کیا کروں یہ جان و دلِ بیقرار کو — منظور جب جلانا ہی ٹھہرا ہے یار کو

حاجت بھی روشنی کی تری راہ دیکھتے — میں نے چراغ جان لیا انتظار کو

اے دل اگرچہ ہے گلِ بیخار وہ جمال — کیا جانتا نہیں ہے ترے خار خار کو

پھولا یہ کس کا جلوہ برنگِ بہار واہ — نکہت چمن کی کرتا ہے میرے غبار کو

ٹھنڈا کلیجہ اشک سے کرتے ہیں زندہ دل — آبِ حیات جانتے ہیں اس شرار کو

پھندے تعلقات کے بیکار رہ گئے — آزادی دام چاہیئے تیرے شکار کو

دل دیدے میرے گر نہ جلیں ہجر میں ترے — شمع و چراغ کیا رہے شبہائے تار کو

دل داغ سے جلا تو جلے داغ دل سے آہ
خالی ہی دیکھنا ہو نہیں جیب و کنار کو

توکل گر جہازِ دل کا اپنے ناخدا ٹھہرے — تو پھر بادِ مخالف بھی موافق سی ہوا ٹھہرے

برآمد ہو گئے پامال حال انکار یا ٹھہرے — نہ ٹھہرے پر نہ ٹھہرے گرچہ با تاج و لوا ٹھہرے

اگر گرمی کی رو سے کچھ بھی انکا بادیا ٹھہرے — تو پھر دو دو قدم پر دیکھنے تھک کر ہوا ٹھہرے

عبث کیوں دل لگا کر ان سے کوئی یوں برا ٹھہرے — بہت اچھا ہوا گر وہ جو ایسے بیوفا ٹھہرے

نگہ آفت قیامت قامت اور کاکل بلا ٹھہرے — تمہارے سایہ کے آگے پری ہو تو کیا ٹھہرے

اسی خواہش میں ہے اک گل مید دم ہیچو نفس مجھے
کہ ہم بھی بھیجیں کچھ پیغام گر پیک صبا ٹھہرے

مبادا حیلہ گر وہ حرف کچھ رکھتے اسی پر بس
کہو قاصد سے میرا حال سب اس کو سنا ٹھہرے

ہمیں دیدار حاصل تشنۂ دیدار کو یا رب
شب ہجراں پھر اس کے حق میں کیوں وزجرا ٹھہرے

اگر فریاد و نالہ سے ہمیں بیزار ظاہر ہے
گلا بیٹھے ہمارا جب تو کیا انکا گلہ ٹھہرے

طریق عشق کے سب لکوں کو میں نے دیکھا ہے
گئے چل ابتدا میں کچھ تو پھر لے انتہا ٹھہرے

کروں توبہ و استغفار میں بھی شیخ جی لیکن
کہو کیا ہو اسی جب تک پر لطف ہوا ٹھہرے

برا لگتا ہے قول حق سو حق میں بعد کہتا ہوں
بھلا میری نظر میں کچھ بھی پہلے پا سوا ٹھہرے

اڑا دیں خاک سر پر پھر نہ کیوں ایسے نصیبوں سے
غبار دل میں ان کے ہم کہ جنکی خاک پا ٹھہرے

بہت گردش میں سرگرداں رہے ہم عشق کیا کہ
نہ پہنچے در تک اس مہ کے جو طالع نارسا ٹھہرے

اگر کنج قناعت میں بقیہ بے ریا ٹھہرے
یقیں با شوکت و شان و شکوہ کبریا ٹھہرے

بتوں سے دل لگا کر جو گنہگار خدا ٹھہرے
سزاوار ان کی تعزیر کے جدا ٹھہرے جدا ٹھہرے

کہاں صبح و مسا ایسے کہو اے مہ لقا ٹھہرے
تمہاری انتظاری میں تو ہم صبح و مسا ٹھہرے

دعا گویوں میں ان کے سر بسر اہل دعا ٹھہرے
وفا کی تھی جو ہم نے سو سزاوار جفا ٹھہرے

کہاں تک مدعی جاں کا دل جنگ آزما ٹھہرے
میں حیراں ہوں کہ اس کا کچھ بھی آخر مدعا ٹھہرے

حنا کے رنگ سے ہر چند تھے آتش بپا ٹھہرے
بہت منت جو کی ہیں نے خفا ہو کر ذرا ٹھہرے

تمہارا زہر سے ہر دم مقدر تو مرتے ہیں
ادا کوئی تمہاری جان من اپنی قضا ٹھہرے

مخالف ہے موافق کا لیا کرتے ہیں خوباں کام
چراغِ گل کا روغن سر بسر آبِ ہوا ٹھہرے

یہ بزمِ عشرتِ عشق جہاں آشوب ہے یارو
نہو ہر دم یہاں جو رقصِ بسمل کیا مزا ٹھہرے

اسی بس بیقراری میں عزیزو کیا بھلا ٹھہرے
نہ پایا چین اک لحظہ کبھی یہ ٹھہرے تو کیا ٹھہرے

یہ کیا قہر و غضب ہے جسکے ہم یوں مبتلا ٹھہرے
کہیں ٹھہرو جو اُن کو تو کہیں میری بلا ٹھہرے

نہ ہم پوشیدہ جا سکتے نہ وہ دزدیدہ آتے ہیں
ہوئی تدبیر مشکل اب کہ عاشق برملا ٹھہرے

کوئی دم کے ہیں مہماں ہم شتابی سے بتا دو
ذرا ٹھہرے ذرا ٹھہرے ذرا ٹھہرے ذرا ٹھہرے

دکھا صورت کو اپنی رونما مجھ سے نہ مانگو تم
مری آنکھوں میں دیکھو اپنے آپ ہی رونما ٹھہرے

عجب مشکل کی صحبت ہے کہ کچھ بھی بس نہیں چلتا
ادب سے قیدی ہم ہیں تو وہ پابندِ حیا ٹھہرے

ثبات اے عشق یہ ہے اور اسی کا نام استقلال
حسینانِ جہاں سے مل کے پھر تم پارسا ٹھہرے

خدا جانے مآل اس کا بھلا ٹھہرے برا ٹھہرے
علم کی تیغ جو اُس نے تو ہم بھی سر جھکا ٹھہرے

جفا ٹھہرے سزا ٹھہرے وفا ٹھہرے عطا ٹھہرے
کرو جو کچھ ہمارے حق میں تو تم کو روا ٹھہرے

لبوں پر جان آئی ہے بجا وہ کہ نا ٹھہرے
چلے لے ساتھ ہم کو گھر ہمارے گھر میں یا ٹھہرے

تکلف برطرف کیجو اب آنکھیں اپنی حاضر ہیں
بجائے فرش اُن کو وہ جہاں جا بچھا ٹھہرے

بُرائی دوستی ہر چند ہم اُنکو جتاتے ہیں
کریں کیا پھر جو سن سن کے سراسر وہ نیا ٹھہرے

دلِ خونیں ہمارا بھی کرو پامالِ احساں ہے
عبث تم دستگیرِ طائرِ رنگِ حنا ٹھہرے

سارے دشمن دوست میرے بن گئے تو کیا ہوا — دوست کا سا میں بھی اک کہنا ہوں دشمن دیکھیے

شیخ جی نے تو کیا خرقہ کو رہنِ جامِ مے — تر نہیں ہوتا ہے مے سے اُن کا دامن دیکھیے

سالکو ہے دور راہِ عشق سے خوف و خطر
راہرو اس رہ کا اپنا آپ رہزن دیکھیے

دستِ رنگیں میں مرے گل رو کے سوسن دیکھیے — آگ میں روئی ہے سالم اور روشن دیکھیے

لے گیا دل میرا اک طفلِ برہمن دیکھیے — اس کو اب تو ہے سراسر گرم شیون دیکھیے

دیدنی کب ہے دِلا بے یار گلشن دیکھیے — بوئے گل کو اب اسیرِ دود گلخن دیکھیے

چہرہ تاباں کو اس کے مے سے روشن دیکھیے — آتشِ آتش کے لیے ہوتی ہے روغن دیکھیے

ساقیا قلقل سے مینا گرم شیون دیکھیے — رو برو گل کے ہے بلبل کیا تو ازن دیکھیے

نقدِ دل اور اشکِ گوہر رنگ کندن دیکھیے — کیا ہی ساماں سے بنے ہیں ہم مہاجن دیکھیے

محتسب سے بڑھ کے میں ہوں شرب دشمن دیکھیے — طوق میرا ہاتھ اور مینا کی گردن دیکھیے

خاک کی جا گھر وہاں پھولوں کا خرمن دیکھیے — اب شہیدِ ناز کا تم چل کے مدفن دیکھیے

تیغِ جوہر دار کی حسرت میں شیون دیکھیے — زخمِ دل کے لب پہ جاری وردِ جوشن دیکھیے

ضعف سے یاں ہے گریباں طوقِ گردن دیکھیے
پاؤں کی بیڑی وہاں بس دورِ دامن دیکھیے

⸻

رہے زر ہاتھ میں گل کے یہ کیا طرفہ تماشا ہے
کہ مرغانِ چمن سارے فقیرِ بانوا ٹھہرے

علاج اس کا نہ تم سے ہو طبیبو باز آؤ اب
کہ درد و داغ بہتر ہے اگر دل کی دوا ٹھہرے

نہیں معلوم کیونکر اب بتاں سے ہماری آہ
نہ ہوتے زود رنج اے کاش اگر دیر آشنا ٹھہرے

نظر بازی سے باز آؤ کہ یہ عشق مجازی ہے
مناسب دل لگی کو اور کوئی مشغلہ ٹھہرے

تعلق دل کا پوشیدہ جو با فقر و فنا ٹھہرے
لباسِ ظاہری کی ہی عبا ٹھہرے قبا ٹھہرے

مکان ایک ایک کیسا خوشنما امید کا ٹھہرے
اگر دل کی ہمارے سرزمیں کا زلزلہ ٹھہرے

کہاں پھر ناخنِ تدبیر کی رحمت سے بچ سکتے
بہلنے کو عقدِ دل کے اپنے سب مشکل کشا ٹھہرے

گرہ ان ابروں سے کھلنے کی امیدواری میں یا
کھلے دن رات اپنے ایسے ہی دستِ دعا ٹھہرے

کریں کیا کچھ نہیں چارہ بلائے آسمانی کا
نہ ہو برسات رونے کی جو یوں غم کی گھٹا ٹھہرے

دلِ پُر شور و سرگرداں ٹھہرتا ہی نہیں آخر
کسی کے ہاتھ کا لٹو بنے یا جھنجھنا ٹھہرے

نہ غم ان کو اسیری کا نہ خواہش آب و دانہ کی
اسیرِ دام ان کے طائرِ قبلہ نما ٹھہرے

ہاتھ میں اس سیم تن کے تیغِ آہن دیکھیے
جس کے یکسر منکے مقناطیس گردن دیکھیے

سیم تن کا بیٹھنا نخوت سے تن تن دیکھیے
ضعف سے جاتی ڈھلی ہے میری گردن دیکھیے

آئینہ میں اپنی صورت یوں جو بن ٹھن دیکھیے
ہو گئے عاشق اپنے ہو کے میرے دشمن دیکھیے

دوستانِ ظاہری کا کیا کہوں میں اختلاط
تیز تر آتش سے بھی یہ ربطِ دشمن دیکھیے

جس نے تجھے پایا سمجھا ہوگا اُس نے
اپنے ہی خیالات سے دل بہلایا

سچ ہے کہ وہی صاحبِ عرفاں ہُوا
نادانی جو اپنی جان انجان ہُوا
جو آ بیٹھ کے بحث کو دیتا ہے جلا
انساں سے شیطاں ہوا حیران ہُوا

مانند رسُول حق محبوب خُدا
اصحاب کا مداح علیؑ مولا
جب صاف حدیث سے یہ مضموں کُھلا
انکار منافقوں کا نکلا بیجا

گو تا رنگ سے ہر کوئی جال بُنا
پر کس نے ترے باغ سے اک پھول چنا
جس رنگ کو دیکھوں وہ ترا پردہ ہے
یہ جوشِ بہار جلوہ دیکھا نہ سُنا

ایمان ہمارا ہے بڑی رب کی عطا
دُنیا کی یہ عزت یہ نجاتِ عقبیٰ
کیا کہئے جو حاصل ہو کمالِ اسلام
مانگو یہ دعا اور کرو شکرِ خدا

یارب ہوں غلامِ شافعِ محشر کا
اصحاب کا اور آلِ اطہر کا
بدعت کے تو دوزخ سے بچا اور مجھ کو
فردوس ملے سُنّتِ پیغمبر کا



اللہ رے معبود کسی کو اپنا — کیا ذات میں کیا صفت میں سا جھی رکھا
ہر شے کی زبان پر یہی ہے جاری — سُبحانَ رَبّیَ العَظِیمِ الاَعلیٰ

قائل جو ہوا تیری خداوندی کا — ہے دعویٰ بجا اُس کو خردمندی کا
جو تیری خدائی پہ ہنسے ہے ناداں — غم کھانا پڑے گا اُسے خرسندی کا

رکھتا ہے گدا تیرا سرِ شاہی کا — بیخود کو ترے دماغ آگاہی کا
پر راہِ رضا کٹھن ہے ایسی تیری — ڈر خضر کو بھی رہے ہے گمراہی کا

غفلت کی تھی نیند خواب پریشاں دیکھا — دل کثرتِ جرم سے ہراساں دیکھا
امید ہے بخشش کی جو تھا خوفِ عذاب — بس نام ترا رحیم و رحمٰں دیکھا

تونے بہت کچھ ہی ہیں سمجھایا — پہ کچھ بھی نہ سمجھ میں پر کسی کی آیا

ہمت یہ مری عالی، دنیا ہے دنی — اس سے نہیں کچھ حاصل جز دل شکنی
کیا ہے فکر ہے جب نام عبدالباسط — محتاج نرا بندہ ہوں اے ربِ غنی

محبوب خدا کی کرے کیا کوئی ثنا　　ممدوح محمدؐ سا پیدا نہ ہوا
پایا جو رؤف اور رحیم اس نے خطاب　　ویسا ہی کرے گا کام جیسا ہی کہا

ہمنام خدا کون نبی کہیے ہوا　　اور ختم رسالت کو بھلا کس نے کیا
قرآن سی کتاب دیکھئے بھلا اس کو ملی　　پڑھیے گا درود اس پہ ہر صبح و مسا

اے آہ ترا دھیان نہیں دلبر کو　　میری نہ جلا تو جان مضطر کو
آئینہ سینہ کی جلا ہے اس سے　　برباد نہ کر دل کی خاکستر کو

رو کے کیسا کوئی دل مضطر کو　　یہ طاقت مقدور کب ہے بشر کو
ہر دم معشوق سے ملنے کا خیال　　ہے ہے کیا اے عشق دھننے ہی سر کو

ہے کام جو مجھ سے عشق دلبر کو　　بیکاری سے فرصت نہ ملی دم بھر کو
دکھلاوے گی کیا عقل بھلا اپنا ہنر　　کب دیکھنے کی تاب ہے چشم تر کو

آئینہ بنایا ہے کہ زنگار مجھے　　کر چہرہ کا یا خط کا گرفتار مجھے
تو اپنے لئے پیار کر اے یار مجھے　　تیرے لئے میں تو بھی ہوں درکار مجھے

در اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن
طبع گردید